۳۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

بیشک اللہ کسی قوم کی نعمت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت

Digitized by Khilafat Library

بدر

شرح قیمت جو پیشگی لیجائیگی!

(۱) عوام سے صہ ۴ خواص سے غ۱ہ
ہندوستان سے باہر ۱۲ے۔
غیر مذاہب وغیر مستطیع احباب سے ۱۲ے

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی | ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی | دوا بینی شفا بینی | غرض دارالامان بینی

جلد ۷ | ۲۱/۲۸ فروری ۱۹۱۳ء مطابق ۲۱/۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام | نمبر ۷ و ۸

ہمارے علماء اور اُن کا وعظ

ایک پختہ مغز فلاسفر کا مقولہ ہے کہ ایمان عام لوگوں کے قلوب میں سویا ہوا ہے اس کو بیدار کرنیکی ضرورت ہے۔ اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ یہ قول بالکل درست ہے مگر ایمان کو بیدار کرنے والی اشیاء اور اسباب میں سے **وعظ و نصیحت سب سے بڑی ہے** اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد اور غرض کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کا نام تالی اور مذکر رکھا۔ واعظین کے فرائض اور آداب کو قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ضمناً اور بعض دوسرے مقامات پر علیحدہ بھی بیان کیا ہے۔ اس وقت مجھے تفصیل کیساتھ یہاں بحث نہیں کرنا بلکہ یہ بتانا ہے۔ کہ اگر ہمارے قوم میں خالصتاً للہ وعظ کہنے والے اور غیور علماء موجود ہوں۔ تو وہ نہایت آسانی کیساتھ عام لوگوں کے قلوب میں ایمان کو بیدار کر سکتے ہیں۔ اور انہیں حق پر قایم کرنے کی قوت اور توفیق مل سکتی ہے اور جب ایمان بیدار ہوگا تو اس کے پاکیزہ ثمرات ملک اور قوم کے لئے نہایت مفید ہوں گے اور دینی اور دنیوی سعادت حاصل ہو جائیگی۔ مگر میرے دوستو! علماء سے میری مراد وہ علماء نہیں جنہوں نے شرح جامی کے تعدد حواشی اور فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھی ہیں جو ابواب و فصول کی تقدیم و تاخیر کی وجوہات بیان کر سکتے ہیں یا جن کو مسایل علاجی وغیرہ کی فروعات جنکی اس وقت ضرورت نہیں ازبر یاد ہیں یا جن کو فقہ کے عجیب و غریب احکام حفظ ہیں جو کبھی واقعہ نہیں ہوتے اور لوگوں کو ان کے جاننے کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے کوے کی حلت و حرمت کی بحث یا جن الس میں نکاح کے جواز و عدم جواز کی بحث۔

میری غرض ان سطور سے خود بالعلم علم فقہ کا استخفاف نہیں ہے تفقہ فی الدین کو ایک نعمت سمجھتا ہوں اور خدا تعالیٰ کا یہ فضل ہے جس کو ملے مگر ہاں یہ میں کہونگا کہ ہمارے علماء جن بحثوں کو رٹتے رہتے ہیں ان میں سے اکثر فضول اور غیر ضروری ثابت ہوئی ہیں نہ صرف غیر ضروری بلکہ قوم کی دماغی اور ذہنی قوتوں کے ضایع کرنیکے ساتھ اسکی اخلاقی اور روحانی قوتوں کو منع کر دینے والی جیسے امکان کذب باری پر بحثیں کرنا وغیرہ وغیرہ۔ غرض علماء سے میری مراد وہ لوگ ہیں جنکے متعلق قرآن مجید نے فرمایا ہے **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** یعنے علماء وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا خوف و خشیت ان کے قلوب پر طاری ہو ایسا خوف حکمت کا شروع ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:۔

خدا کا خوف حکمت کا شروع ہے پس اصل چیز یہی ہے کہ خدا کا خوف ہو۔ یہ خوف معرفت الٰہی سے پیدا ہوتا ہے مگر صحیح اور یقینی علم ہو تو ناممکن ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کے قہر و جبروت سے لرزاں نہ ہو اس خوف کیساتھ معرفت۔ بصیرۃ اور فراست صحیحہ میں ترقی ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو خواہ اس نے زمانہ بھر کی کتابیں حفظ کی ہوں وہ "چار پائے بر و کتابے چند" کا مصداق ہے و لنعلم ما قیل ؎

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست ۔ ایں علم تیرہ را بچہ کار آید ای خرم

یقیناً سمجھو کہ جو شخص خشیت الٰہی سے حصہ نہیں رکھتا تو خواہ اُسے کنز الدقایق اور عالمگیری اور قاضی خان حفظ ہو مگر وہ محض جاہل اور کورچشم ہے اور اگر وہ متقی اور خدا ترس ہیں تو خواہ وہ ان رسمی علوم سے بھی بے بہرہ اور ان نمایشی یونیورسٹیوں کے گریجویٹ نہ ہوں مگر خدا تعالیٰ کے حضور وہ **حقیقی عالم ہیں** پس علماء دین وہ مقدس بزرگوار ہیں جو دین کے حقوق ادا کرتے اور اپنے علم کے فرایض بجالاتے ہیں۔ ایسے لوگ باران رحمت کی طرح ملکوں اور انسانوں کیلئے باعث زندگی ہوتے ہیں۔

ہماری مراد علماء سے ایسے ہی لوگ ہیں جو مذہب کے اسرار اور شریعت کی حکمتوں سے علی وجہ البصیرۃ آگاہ ہیں۔ اسلامی احکام کو انسانی مصالح پر منطبق کر سکتے ہیں۔ اور دینی اور دنیوی بہبودی میں جو کچھ ان احکام کی تاثیر ہے اس کو جانتے ہیں۔ اور لوگوں کو ان کی عقل اور فہم کے موافق خطاب کرنے کی لسانی قوت رکھتے ہوں۔ یہ باتیں اس واعظ میں جمع ہو سکتی ہیں جو دین کو دین کے لئے سیکھتا ہو اور اپنی علمی حالت سے اس کی تاثیرات اور خوبیوں کو مشاہدہ کرتا ہو۔ مگر جو لوگ اس مقصد کو مدنظر ہی نہیں رکھتے اور جنکے مذہب میں اجتہاد فی الدین گناہ ہے وہ اس کو سمجھ بھی نہیں سکتے!۔

چونکہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے **منہاج النبوۃ** پر قایم کیا ہے اور اس میں وعظ و تذکیر کا وہی رنگ رہا ہے۔ خود ہمارا سلسلہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

تو اللہ تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف رکھتا تھا۔ اور روحی الٰہی سے فیض پاتا تھا۔ اس لئے اس کا وعظ اسکی نصیحت اپنے اندر وہ تمام خوبیاں رکھتی تھی جو حقیقی واعظین کے لئے لازم ہیں۔ اس کے وصال کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے جو امام ہمیں دیا ہے۔ وہ جسطرح طب جسمانی کی غرض کو سمجھتا ہے کہ اس سے بدن کے مزاج کا اعتدال مقصود ہے اسی طرح پر وہ جانتا ہے کہ روحانی طب کی غرض بھی اخلاق وعادات کی تہذیب اور تقدیم اور نفس ناطقہ انسان کا اعتدال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسے جسمانی طب میں اس لئے مہارت عطا کی تاکہ وہ روحانی بیماریوں کے علاج کی نوعیت کو سمجھ لے وہ مرض کی شناخت اس کے اسباب اور علاج کا علم اور صحیح شعور رکھتا ہے جو لوگ اس علم اور شعور کے بدوں اور مرض کی حقیقت دریافت کرنے سے پہلے جسمانی یا روحانی علاج شروع کر دیتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگ یا تو خود فریب خوردہ ہیں یا فریب دے رہے ہیں۔

مجھے چھوٹی عمر سے وعظ سننے کا اتفاق ہوتا رہا ہے یہ مذاق اور شوق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری فطرت میں رکھا اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہی مذاق سلیم مجھے سلسلہ عالیہ کی طرف لے آیا۔ میں نے دیکھا ہے کہ اکثر واعظین محض اطباء نفوس ہونے کے جھوٹے مدعی ہوتے ہیں ان میں وہ اخلاص درد اور تڑپ نہیں ہوتی جو انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشینوں میں ہوتی ہے۔ جنکا نہایت ہی خوبی کے ساتھ ان مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین۔ جو لوگ اس رنگ جوش اور اخلاص کو لیکر نہیں اٹھتے۔ اور اپنی زبان کھولنے سے پہلے وہ کیفیت اپنے اندر پیدا نہیں کرتے وہ ان امراض کو بڑھا کر ہلاکت کے قریب پہونچا دیتے ہیں جنکے علاج کے مدعی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بعض اوقات اپنے وعظ سے لوگوں میں سستی اور کاہلی کے ساتھ گناہوں اور فسق وفجور کی طرف مائل کرنیکا موجب ہوتے ہیں۔ جبکہ وہ تقدیر جیسے مسئلہ کی غلط حقیقت بیان کرتے ہیں۔ اور قضا وقدر کے ذمہ سب کچھ تھوپ کر الگ ہو جاتے ہیں۔

اس لئے واعظین کو انبیاء علیہم السلام کے اسوہ اور نمونہ کو مدنظر رکھنا چاہیئے چونکہ ہماری جماعت میں بھی واعظین کی ضرورت ہے۔ اور میں خود اس کی بارہا تحریک کر چکا ہوں حضرت امام حجۃ اسلام نے اپنی زندگی میں اور اس کے قایم مقام اور جانشین نے بارہا اپنی خواہشوں میں مخلص اور بے غرض واعظین کی ضرورت پیش کی ہے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ واعظین کے فرایض پر ایک مختصر سا نوٹ لکھوں۔ اس وقت جو واعظ ہمیں پکار رہیں وہ زیادہ تر اس قسم کے ہونے چاہئیں جو علم دین سے واقف ہوں اور روح سمجھتے ہوں کہ وعظ کی اصل غرض لوگوں میں عملی روح پیدا کرنا ہے اور ان کو اعمال صالحہ کی حقیقت اسکے ثمرات اور نتایج سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ انہیں فقہ کی گورکھ دھندوں میں لیجانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان امراض کے نتائج بد سے ڈرانا چاہیئے جو ان میں اندر ہی اندر اثر کر رہے ہیں اور ان خوبیوں کی بشارت دینی چاہیئے جو ان میں پیدا ہو کر انہیں ملیت اور قومیت کو پیدا کریں گی۔

چونکہ یہ زمانہ مختلف مذاہب کی جنگ کا ہے۔ اس لئے جو لوگ تبلیغ وتذکیر کے کام کے لئے نکلیں انہیں ان علمی حربوں کو لیکر نکلنا چاہیئے جو ہمارے امام نے ہمارے لئے تیار کر دیئے ہیں۔ اگر ایسے لوگ اس علم پر مامور ہوں جو سلسلہ کی کتابوں سے اور دین کی حقیقت سے واقف نہ ہوں تو یہ ایک سوانگ ہوگا جو علماء دین اور واعظین کا نعوذ باللہ ہم تیار کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کی خواہش پر بہت سے آدمیوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں تھیں اور انہوں نے اس مقصد کے لئے آمادگی کا اظہار کیا تھا اگر انہوں نے خدا تعالیٰ کے مرسل ومامور کے ہاتھ پر یہ عہد کیا تھا جس کو اس وقت اخباروں میں نہایت فخر کیساتھ شایع کیا گیا تو وہ اسی مرسل ومہدی کے خلیفہ کے حضور جب تک کھلے کھلے الفاظ میں اس خدمت سے جدا رہنے کی کوئی اجازت نہ حاصل کر لیں وہ ایک سخت غلطی اور مواخذہ کے نیچے ہیں میں کسی شخص کا نام لیکر نہیں کہتا ایسے لوگ خود آگاہ ہیں انہیں یاد دلاتا ہوں۔ سلسلہ کے لئے واعظین کی ضرورت ہے حضرت امام چاہتے ہیں کہ مخلص اور بے غرض اور فی اللہ وعظ کہنے والے پیدا ہوں وہ لوگ اٹھیں اور سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگیاں جو وقف کر چکے ہیں پھر پیش کریں میں انشاء اللہ العزیز اس سلسلہ میں کئی آرٹیکل لکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری مدد کرے۔ آمین۔

اس سلسلہ میں مدرسہ احمدیہ کے متعلق بھی کچھ عرض کرنیکا ارادہ ہے کیونکہ اس مدرسہ کو جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ السلام کی یادگار اور تبلیغ سلسلہ کے لئے واعظ اور مبلغ پیدا کرنیکا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ضروری امر ہے کہ اس مدرسہ کو ایسے رنگ میں ترقی دیجاوے اور اس کے نصاب اور نگرانی میں ان اصولوں کو مدنظر رکھا جاوے جو علماء ربانی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ یہ بات ہمارے دوست خوب جانتے ہیں کہ میں مدرسہ احمدیہ کا اول العاشقین ہوں۔ میرے بچے اس مدرسہ کے لئے وقف ہیں۔ ایسی حالت میں مدرسہ کے متعلق ضروری اصلاحوں کا پیش کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ پس اس سلسلہ میں اگر مدرسہ کی بہتری اور بھلائی کے لئے میں کچھ کہوں تو اسے میری نیک نیتی کا نتیجہ سمجھا جائیگا۔ یہ میں اسلئے کہتا ہوں کہ میرے دوست حسن ظن سے کام لیں والا میں انکی پرواہ نہیں کرتا اور نہ کرنی چاہیئے جیسا کہ مجھے میرے مرشد وآقا حضرت خلیفۃ المسیح نے چند روز ہوئے ایک خاص معاملہ پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ بہرحال ضرورت ہے ایسے واعظین کی جو حقیقی واعظین کے نقش قدم پر چلکر ہمارے ایمانوں کو بیدار کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں ایسا امام اس وقت ملا ہوا ہے۔ جسکی پاک صحبت ایسے لوگ پیدا کر سکتی ہے۔ ہاں ضرورت ہے ان لوگوں کی جو ایک تڑپ اور جوش اور اخلاص لیکر اس میدان میں نکلیں اور حضرت امام کی توجہ عقد ہمت اور دعا کے نیچے

دنیا کی بھلائی کا ذریعہ ہوں

اللھم اجعلنی منھم آمین

نادار حاجیوں کی حماقت قابل توجہ علمائے اسلام

گذشتہ ایام میں نادار حاجیوں کی جو حالت جدہ میں ہوئی وہ نہایت ہی قابل رحم اور قابل توجہ علماء اسلام ہے۔ گورنمنٹ کا بھلا ہو کہ اس نے اپنے خرچ سے انہیں گھر پہنچایا۔ میں معزز ہمعصر المشیر کی رائے سے بالکل متفق ہوں جو لکھتا ہے کہ اسلام کا ہر حکم افراط وتفریط سے مبرا اور عین فطرت ہے۔ چنانچہ بموجب لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (ہر انسان کو اس کی وسعت کے مطابق مکلف بنایا گیا ہے) ارکان اسلام میں سے دو ارکان حج وزکوٰۃ بھی صاحب وسعت اور مالدار لوگوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں

لیکن یہ امر کسقدر افسوسناک ہے کہ نادار ہندی عازمان حج احکام اسلام کی نافرمانی کر کے ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ لیکن اپنی حماقت وجہالت پر متنبہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ امسال بھی تقریباً پانچسو آدمی ایسے مفلس وقلاش حج کو چلے گئے تھے جن کے پاس کافی زادراہ نہ تھا۔ اور واپسی میں جدہ میں سخت بری حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ ان کے پاس کھانے کو تھا نہ پینے کو بہت سے اس سخت مصیبت کو برداشت نہ کر سکے۔ اور ملک عدم کو سدھارے۔

لیکن خدا بھلا کرے گورنمنٹ بمبئی کا کہ اس نے ان بیوقوفوں کی حالت زار پر رحم کھا کر اور ۱۰ ہزار روپیہ ان کی مدد کے لئے منظور فرما کر اس عذاب علیم سے نجات دی۔

لیکن ایسے لوگوں کو ارادہ حج سے پہلے سوچنا اور سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسی تنگدستی کی حالت میں حج کی ہدایت فرمائی ہے یا سراسر مغائرت اور ایسی پریشانی اور عدم حضور قلب کا حج قبول بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن شریف میں صریح فرمان ہے کہ وتزودوا (زادراہ فراہم کر کے جایا کرو) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں۔ جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔)

اس آیہ کریمہ میں صاف بتلا دیا گیا ہے کہ جسے اس تک پہنچنے کا مقدور ہو یعنی زادراہ، سواری۔ امن میسر ہو وہ حج کرے۔ اس سے صرف یہی مقصود نہیں ہے کہ پہنچنے کا ہی مقدور ہو بلکہ اطمینان سے واپس بھی آ سکے ورنہ جب زادراہ کافی میسر نہ ہو تو ایسی حالت میں حج بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بغیر زادراہ کے اطمینان قلب کہاں۔ اور جب اطمینان قلب نہیں تو عبادت نہیں ہو سکتی۔

پریشان روزی پراگندہ دل

اس نکتہ کو فلاسفر اسلام شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں کیا ہی اچھا مرکوز کیا ہے ؎

شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

یہ ظاہر ہے کہ سرمایہ کی کمی سے نادار حاجی نہ صرف راستہ میں بدوؤں کے ہاتھ سے تکالیف برداشت کرتے ہیں بلکہ مقامات مقدسہ میں بھی ناداری کی وجہ سے ایسی حرکات ناشائستہ کرتے ہیں جس سے نہ صرف خود ذلیل ہوتے ہیں بلکہ تمام دوسرے ہندیوں کے متعلق اہل عرب سے "ہندی لبطال" "حبیبا" ذلیل لقب دلوا چکے ہیں۔ اس لئے نادار شائقین حج کو ایسے صریح احکام کے موجود ہوتے ہوئے تا حصول استطاعت اپنے ارادوں سے باز رہنا چاہئے۔ اور فرمان الٰہی کا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے ہاتھ سے اپنی ہلاکت مول نہ لو۔) پھر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ سعی بلیغ سے پہلے معقول زادراہ فراہم کر کے اس مبارک ارادہ کی تکمیل کرنا چاہئے ٭

اگرچہ قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں صریح احکام موجود ہیں۔ لیکن ہندی عازمان حج میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو جاہل اور احکام سے پوری واقفیت نہیں رکھتے اس لئے ہمارے خیال میں اس کی اصلاح کا ایک طریقہ نہایت ہی اچھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جسطرح علماء اسلام احکام اور ارکان اسلام کی بجاآوری کی تلقین وہدایت فرماتے ہیں اسیطرح زمانہ حج سے پہلے اپنے مواعظ حسنہ میں مسلمانوں کو احکام حج سے بالتشریح بہرہ ور فرمائیں۔ اور صاف طور سے تلقین فرمائیں کہ اگر تمہارے پاس سفر کے لئے معقول رقم نہیں ہے تو تم پر حج فرض نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جانا نہ صرف خود ذلیل ہونا بلکہ احکام اسلام کی نافرمانی،

مسلمانانِ ہند کو انگلشمین کا مشورہ

کلکتہ کے مشہور اخبار انگلش مین میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک مشورہ دیا گیا ہے جس میں انہیں اپنی موجودہ پولیٹیکل روش کی اصلاح کی صلاح ہے ہیرالڈ اپنی رائے کی پشت پناہی میں سردست محفوظ رکھکر اس مضمون کو ذیل میں درج کئے دیتا ہوں۔ موجودہ قسم کی پولیٹیکل جدوجہد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو جو تعلیم دی ہے اور اپنی سیاسی پوزیشن کو جس رنگ میں ظاہر کیا ہے اس پر عنقریب میں ایک سلسلہ مضامین لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں تقریروں اور آپ کے جانشین امام حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشادات سے یہ دکھایا جائے گا کہ احمدی قوم کا مسلک نہایت خوشگوار اور گورنمنٹ برطانیہ کے لئے موجب برکت ہے۔ ہندوستان بھر میں یہی ایک جماعت اور سلسلہ ہے جو پولیٹیکل تحریکوں سے ہمیشہ الگ رہتا ہے کیونکہ اس سلسلہ کے اغراض ومقاصد میں اصلاح نفوس اور اعمال صالحہ کی مشق داخل ہے۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح پیدا کرنی چاہتا ہے اور پولیٹیکل تحریکیں مادیات اور جسمانیات کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ ان امور پر تفصیلی بحث ان مضامین میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ بہرحال انگلش مین رقم طراز ہے

ہندوستان کے انگریزوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ بہت کچھ ہمدردی رہی ہے۔ اول تو مذہبی پہلو سے کیونکہ اسلام نہایت مکمل اور واضح اصول رکھتا ہے جبکہ مشرق کے دوسرے مذاہب نہایت گہرے فلسفہ سے وابستہ ہیں کہ علی طور پر اوسط درجہ کے یورپین دماغ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں دین اسلام اخلاق پر اثر ڈالتا ہے جسکی ہر شخص قدر کر سکتا ہے علاوہ ازیں صرف ایک دو باتوں کے سوا لباس یا عام عادتوں کے متعلق مسلمان تمام مغربی آدرشوں کے قبول کرنے کو آمادہ ہیں اور اس لئے قدرتی طور پر انکے ساتھ یوروپینوں کا میل وملاپ زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ نیز مسلمانوں کے خیال کرنے کی عادت نہایت عملی ہے۔ اور یوروپ نے ابتک فراموش نہیں کیا کہ سائنس اور ریاضی کے علوم میں وہ اہل عرب کا کس قدر احسان مند ہے اور ایک اور کڑی یگانگت کی برسوں تک ٹرکی اور انگلستان کی دوستی نے مہیا کر دی تھی اگرچہ اس دوستی کی قیمت کو انگلستان ہی زیادہ سمجھتا تھا۔ ٹرکی اور ہر کے مسلمانوں کو تو اسکی خبر بھی نہ تھی بلکہ بہت دن گذرے کہ وہ سلطان کی ہستی تک سے واقف نہ تھے۔ دونوں قوموں (انگریز اور مسلمان) کے درمیان بیچینی کے زمانہ میں ہندوستان میں ہمدردی اور بھی نمایاں ہوگئی۔ جب کہ مسلمان انی ایجی ٹیشن سے بالکل علیحدہ رہے جس میں ہندو مصروف تھے لیکن ہندوؤں کے ظاہری استقلال کو دیکھکر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اب موقع آگیا ہے کہ وہ بھی اپنے آرگنی زیشن میں جان ڈالیں۔ مسلم لیگ اور نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن وغیرہ جماعتوں کے قایم ہونے کو انگریزوں نے بڑی دلچسپی کی نظر سے دیکھا اور یقیناً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سوسائٹیوں کا مقصد کانگرس کی ظالمانہ اغراض کا مقابلہ کرنا ہے اور خیال کیا گیا تھا کہ مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں کہ اگر ہندوستان کو سوراج ملگیا تو ان کے فوائد کو بطور مسلمانوں کے مجموعی طور پر نقصان پہونچیگا اور گویا وہ اس معاملہ میں بھی بلا لحاظ دوسری باتوں کے صرف موجودہ گورنمنٹ کی خیر خواہی کے خیال سے عمل کر رہے ہیں۔ لیکن گذشتہ سال کے اندر اندر مسلمانوں کے خیالات میں بڑی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ اول تو اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا دوم بلقانی ریاستوں نے ٹرکی پر یورش کی پس وہ جماعتیں جو کانگرس کی مخالفت کی غرض سے جلوس میں آئی تھیں اب وہ سرکار انگریزی پر دباؤ ڈالنے کے کام میں استعمال کیجا رہی ہیں کہ وہ جنگ میں دست اندازی کرے اس بات کو مسلمانوں نے ذرا نہیں سوچا کہ برطانیہ کی طرف سے اگر دخل دیا گیا تو فوراً ہی روس اور فرانس کے ساتھ برطانیہ کی دوستی کا خاتمہ ہو جائیگا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ سارے یورپ میں جنگ کی آگ مشتعل ہو کر ساری دنیا ایک ہولناک جنگ میں مبتلا ہو جائیگی وہ لوگ جن کو بلقان کی تاریخ کی ایک ذرہ بھر بھی خبر نہیں وہ بھی گورنمنٹ پر زور ڈال کر کہہ رہے ہیں کہ ترکوں کو بچاؤ اور جب دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی کارروائی سرکار انگریزی نے نہیں کی تو سخت مایوسی کو ایسے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں جس سے اندیشہ ہے کہ انگریزوں کی ہمدردی جسکو مسلمان ہند اب تک کشش کرتے تھے بہت کم ہو جائے گی۔ مسلم لیگ نے (اگرچہ ہم خیال کرتے ہیں) اپنی نہایت بہتر اور با اثر ہمدردوں کو ہاتھ سے کھو کر ٹرکی کیساتھ ہمدردی کے ریزولیوشن پاس کرنے کے علاوہ سچ مچ ہندوستان کے لئے سوراج کو اپنی تجاویز میں سب سے پہلے جگہ دی ہے۔ لیکن مسلم لیگ کے مطالبات انجمن ہلال احمر کے مطالبات کے مقابلہ میں بہت ہلکے ہیں۔ اس سوسائٹی نے تمام ہندوستان میں شاخیں قایم کی ہیں۔ بلکہ ممتاز ہندو قوم پرستوں کی خدمات بھی حاصل کرتی ہیں اوسط درجہ کے یوروپین دماغ کے نزدیک انجمن ہلال احمر ایک ایسی جماعت ہے جسکا مقصد ایسا ہی شریفانہ ہونا چاہیئے جیسا کہ انجمن صلیب احمر کا ہے لیکن ہندوستان میں یہ سوسائٹی ہمدرد انسان کی بجائے (پولیٹیکل جماعت بنتی جاتی ہے جو ٹرکی کو طبی وفد بھیجنے کے علاوہ بڑی مصروفیت کیساتھ عام لوگوں میں جوش پھیلا رہی ہے۔ لہذا اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان لیڈر ذرا سوچیں اور خیال کریں کہ وہ کیا کر رہے ہیں مسلم لیگ کا سوراج کی بابت اعلان کرنا ہندو قوم پرستوں کی فتحیابی ہے اور ایسا کرنے سے مسلم لیگ نہ صرف ولایت کے بڑے بڑے انگریزوں کی بلکہ ہندوستان کے انگریزوں کی ہمدردی سے بھی محروم ہو جائیگی انجمن ہلال احمر اور کم از کم اسکی بعض شاخیں ایسی باتیں کر رہی ہیں جو ہندوستان میں مسلمانوں کے دوستوں کیلئے نہایت رنجدہ ہیں۔ اس لئے مسلم لیگ کے پریسیڈنٹ اور دوسرے مسلمان لیڈروں کو چاہیئے کہ اپنے پیروؤں کے اعلانوں کی ترمیم کرنے کا کچھ بندوبست کریں ٭

تعمیر دار القرآن

دار القرآن

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی محبت اسکی سمجھ اور اس کی اشاعت وتعلیم کا جوش فطرتاً عطا فرمایا ہے جن لوگوں کو قادیان آنیکا اتفاق ہوا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ حضرت ہمیشہ سے قرآن مجید کا ایک عام درس دیا کرتے ہیں۔ اور کتاب اللہ کی حقیقت اور غرض سے مخلوق کو آگاہ فرماتے ہیں۔ یہ درس علی العموم مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتا ہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح چاہتے ہیں کہ ایک خاص کمرہ اس مقصد کے لئے بنایا جاوے جہاں قرآن مجید کا درس ہوا کرے۔ اس کمرہ کے لئے حضرت ام المومنین علیہ السلام نے ایک حصہ زمین کا ضرورتاً عطا فرمانیکا وعدہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ زمین پست میں ہے اس کو عمارت کی سطح تک لانیکے واسطے ایک معقول خرچ کی ضرورت ہوگی۔

جہانتک میں سمجھتا ہوں یہ دار القرآن دراصل مدرسہ تعلیم القرآن کا مقدمہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی دیرینہ خواہش ہے۔ کہ قرآن مجید کے نہایت اعلیٰ معلم موصل وغیرہ سے منگوائے جائیں۔ اس وقت تک ہر چند یہاں قرآن مجید کی تعلیم وتدریس کی طرف توجہ ہے لیکن پھر بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ حفظ قرآن اور تعلیم قرأت کا کوئی انتظام نہیں۔ الحکم میں پچھلے دنوں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو اس ضرورت کی طرف توجہ بھی دلائی تھی خدا کا شکر ہے کہ یہ خواہش اس رنگ میں پوری ہونے لگی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ کو یہ خدمت سپرد کی ہے کہ وہ اس دار القرآن کی تعمیر کا کام شروع کر دیں۔ اسکے لئے کم از کم دس ہزار روپیہ درکار ہوگا۔ مگر اس قوم کیلئے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد دو مرتبہ کر چکی ہے۔ اور جس نے خصوصیت کیساتھ قرآن کریم کی تعلیم وتدریس کا عہد حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اس رقم کا پورا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے چندہ کی فہرست کھول دی گئی ہے۔ ایڈیٹر الحکم چاہتا ہے کہ اس کے ناظرین اس کار خیر میں کم از کم اڑھائی ہزار جمع کر دیں اور یہ رقم خزانہ الحکم کی طرف سے دار القرآن کے لئے روانہ کر دی جاوے

ایسے پاک اور خالص دینی اغراض کے لئے کونسا دل ہے جس میں جوش پیدا نہیں ہوگا۔ یہ ضرورت ایسی ضرورت نہیں کہ بار بار تحریکوں کی حاجت ہو۔ میری دانست میں دار القرآن مدرسۃ القرآن کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر تعمیر ہونا چاہیئے۔ جو جہاں ایک بڑے ہال کا کام دے سکے وہاں ایک مدرسہ کے مختلف حصوں کا کام بھی دے۔ بہرحال یہ امور بعد میں قابل غور ہوں گے۔ سردست روپیہ کی ضرورت ہے۔ احمدی قوم خدمت قرآن کریم کے لئے پیش از پیش تیار ہوگی۔ اور یہ مختصر اطلاع انہیں تحریک کریگی کہ وہ بہت جلد اس رقم کو پورا کردیں۔

اس مقصد کے لئے کل روپیہ حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ کے نام آنا چاہیئے۔ اور کوپن پر تعمیر دار القرآن لکھدینا ضروری ہوگا!

اختلاف یا مخالفت

مینجر صاحب تہذیب نسوان میں اس عنوان سے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے۔ جو نہایت قابل غور ہے۔ دنیا کا اختلاف موجب رونق و ترقی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ تبادلہ خیالات ہو کر غلطیوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور اجتہادات اور ذہنی قوتوں کے نشوونما کا موقعہ ہاتھ آتا ہے اس لئے خود اللہ تعالےٰ نے اختلاف عالم کو اپنی ہستی کی ایک زبردست دلیل قرار دیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اختلاف امتی رحمۃ۔ یہ اختلاف چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نیچے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ موجب رحمت ہی ہونا چاہیئے۔ قومی کاموں اور ملکی معاملات میں اختلاف رائے کا ہونا ایک ضروری امر ہے لیکن اگر اس اختلاف کو کسی ذاتی مخالفت بغض و عناد کا نتیجہ قرار دیا جاوے۔ یا وہ اسی مقصد پر کیا جاوے تو بیشک نہیں وہ ایک لعنت ہوگا۔ جس سے ہمیں خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

مینجر صاحب مذکور کی رائے اس بارہ میں قابل قدر ہے۔ اسلئے میں اُسے ذیل میں درج کردیتا ہوں۔

اختلاف یا مخالفت میں بظاہر کچھ فرق نہیں ہوتا ہے۔ صرف نیت اور غرض کا فرق ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کام میں غلطی کرتا ہے۔ تو دوست اور دشمن دونوں اس پر حرف گیری کرتے ہیں۔ دوست تو اس غرض سے کہ دوسرا دوست غلطی میں پڑے رہ کر نقصان نہ اُٹھائے۔ بلکہ غلطی سے آگاہ ہو کر اس سے بچ جائے۔ دشمن اس لئے حرف گیری کرتا ہے کہ اس کا حریف بدنام اور غلط کار مشہور ہو۔ اختلاف میں نیت کی بنیاد نیکی پر ہوتی ہے۔ اور مخالفت میں بدی پر قومی کاموں میں آجکل اختلاف اور مخالفت دونوں کا بازار گرم رہتا ہے۔ قومی کاموں میں ترقی کے لئے۔ اور ان کے حسن و قبح کی پہچان بین کے لئے اختلاف کا ہونا کچھ برا نہیں۔ بلکہ نہایت ضروری اور نہایت مفید ہے۔ میری دانست میں تو مخالفت بھی گو وہ کسی بد ارادہ سے ہی کی گئی ہو۔ فایدہ سے خالی نہیں ہوتی۔ کیونکہ مخالف ہمیشہ اسی جستجو میں رہتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کی کوئی غلطی پکڑے۔ اور اُسے خلقت کے سامنے پیش کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دوسرا فریق غلطی کرنے سے بچتا ہے۔ اور اگر وہ غلط راہ پر ہوتا ہے تو فوراً اُسے چھوڑ دیتا ہے +

مگر میں روزمرہ جلسوں کی تقریروں اور اخباروں کی تحریروں میں دیکھتا ہوں کہ جو قومی لیڈر کہلاتے ہیں وہ ہر اعتراض کو مخالفت سے تعبیر کر کے یا ذاتی دشمنی بنا کر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بس ہماری طرف سے جوابوں کا یہ ایک جواب کافی ہے حالانکہ وہ اتنا کہنے سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔ تاوقتیکہ ہر ایک بات کا جواب نہ دیا جائے۔ مثلاً ایک شخص جو اہلکار سرکاری ہے بددیانتی کرتا ہے اس کا دشمن اس پر حملہ کرنے کا اچھا موقعہ پاتا ہے۔ وہ اس کی بددیانتی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے +

جس شخص کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے اس کی بات نہ سنو۔ کیا یہ جواب ٹھیک ہے؟ ہرگز نہیں! + پبلک کو ایسے شخص سے یہ کہنا چاہیئے۔ کہ اگر دشمن نے اعتراض کیا ہے پھر تو ضرور غور کے قابل ہے کیونکہ دوست کا اعتراض تو شاید ہلکا بھی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے دوست کی عزت کا لحاظ کر کے زیادہ سخت اعتراض نہ کرتا۔ مگر دشمن پوست کندہ ہر ایک بات صاف صاف کہنے والا ہے۔ اس کی بات خاص توجہ کے قابل ہے +

قومی لیڈروں کو بھی مناسب ہے۔ کہ ایسے کمزور جوابوں میں پناہ نہ ڈھونڈیں۔ بلکہ حوصلہ کو کام میں لائیں اور اعتراض کے موقعہ پر اس بات کا اشارہ تک نہ کریں کہ وہ دوست کی طرف سے ہے یا دشمن کیطرف سے۔ وہ صاف صاف ہر اعتراض کا جواب دیں۔ اور اپنی صفائی کریں۔ بس یہ دستور العمل ہونا چاہیئے۔ ہر قومی لیڈر کا۔ نہ کہ یہ کہنا کہ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ علیگڈھ کا دشمن ہے۔ اس کی بات مت سنو +

راقم سید ممتاز علی

اولوالعزم سیدنا محمودؐ کی تقریر دلپذیر
محبوب کے سفر پر

۱۷۔ جنوری ۱۹۱۳ء کو حضرت امیر المومنین سیدنا نور الدین ایدہ اللہ بنصرہ نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم سب میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ ہمیں بتائیں کہ انہوں نے قادیان سے باہر اس سفر میں کیا دیکھا اور قادیان میں کیا۔ تمہاری اس عرض میں میں بھی شامل ہوتا ہوں! +

یہ مفہوم تھا اس تحریک کا جو ہمارے امام نے اپنے پیارے اور ہمارے محسن و مخدوم سیدنا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حالات سفر پر مختصر تقریر کے لئے فرمائی۔ جس رنگ میں یہ تحریک آپ نے فرمائی اس سے اس احترام اور عظمت کا پتہ لگتا ہے۔ جو اولوالعزم محمود کی آپ کے قلب میں ہے۔ حقیقت میں یہ ایمان و معرفت کا ایک نظارہ ہے۔ نور الدین خود ایک روشنی کا مینار ہے۔ اور حضرت احمد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت الٰہی میں سرشار ہے۔ اسی معرفت اور محبت کی وجہ سے وہ جس رنگ اور جس آنکھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت آپ کے اہل کو دیکھتا ہے۔ ہم میں کوئی آنکھ اور کوئی دل وہ بصیرت اور شعور نہیں رکھتا۔ والا وہ نور الدین ہی ہوتا دوسری طرف حضرت صاحبزادہ صاحب اور ام المومنین کو میں نے دیکھا ہے کہ اس علم کے باوجود کہ حضرت خلیفۃ المسیح کہاں تک آپکا احترام و اکرام کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو حضرت امیر کے ادنیٰ چاکر اور غلام یقین کرتے ہیں یہ بھی معرفت ایمان ہی کا کرشمہ ہے۔ جو آنکھ اس پاک جماعت کی نور الدین کو دیکھتی ہے ہمیں وہ حاصل نہیں بہرحال یہ تو ایک ضمنی بات میں ذوق سخن میں کہہ گیا۔ حضرت امیر المومنین نے اس تحریک کو اس رنگ میں کرنے سے قوم کو ایک ادب اور حفظ مراتب کی تعلیم دی اور چاہا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک تقریر کریں جس میں وہ قادیان سے باہر اور قادیان کی زندگی پر ایک ریویو کریں۔ اور قوم کی بھلائی اور فائدہ کے لئے کچھ وعظ فرمائیں۔ اس پر ۱۸ جنوری ۱۹۱۳ء کو بعد نماز ظہر سیدنا محمود نے مسجد اقصیٰ میں ایک تقریر فرمائی۔ خوش قسمتی اور سعادت نے مجھے بھی عین وقت پر پہونچا دیا۔ اس لئے میں ناظرین الحکم کو تقریر پہونچانیکی عزت حاصل کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ خدا کرے کہ ہم سب ان باتوں سے علمی فایدہ اُٹھانیوالے ہوں (ایڈیٹر)

قرآن مجید کا ایک رکوع تلاوت کرنیکے بعد آپ نے فرمایا۔ کسی مسئلہ کی اہمیت کا پتہ اس کی ضرورت کی اہمیت سے لگ سکتا ہے اور جب ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسقدر عظیم الشان کام ہمارے سامنے ہے جس کو ہم کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کی اہمیت کے اندازہ اور لحاظ کے موافق ہم سوچتے ہیں۔ کہ کسقدر تیاری اسکے سرانجام دینے کے لئے کرنی چاہیئے اگر ہم اس اصل کو مدنظر نہ رکھیں تو یقیناً ہمیں ناکامی ہوگی مثلاً اگر ایک شخص کو افریقہ کے صحرائے اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے اور اُسے معلوم نہ ہو کہ یہ صحرا ہزاروں میل تک چلا گیا ہے بلکہ وہ یہ سمجھے کہ شام تک میں اس سے نکل جاؤنگا۔ اور وہ اسی اندازہ سے سامان سفر اور کھانا پانی ساتھ لے تو نتیجہ صاف ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دو تین دن کے بعد ہلاک ہو جائیگا۔

لیکن اگر وہ اس جنگل کو طے کرنے سے پہلے یہ سمجھ لے کہ یہ دو تین دن نہیں بلکہ مہینوں کا راستہ ہے تو وہ زاد راہ اسی اندازہ کے موافق لے گا۔ غرض یہ ایک عام اور مشہور بات ہے کہ جسقدر کوئی کام اہم ہوتا ہے اس کے سرانجام دینے کے لئے طیاری بھی اسی اندازہ سے ہوتی ہے۔

عرب لوگ جو بڑے بڑے ریگستانوں اور صحراؤں میں سفر کرتے تو وہ اس سفر کے لحاظ سے خوراک اور پانی لیکر نکلتے تھے وہ قدم باہر نہیں رکھتے تھے جب تک پہلے معلوم نہ کر لیتے کہ یہ جنگل کتنا ہے پھر خوراک کا ذخیرہ لیکر چلتے۔ لکھا ہے کہ جب شام میں مسلمانوں کو رکنا پڑا۔ اور عیسائی لاکھوں کی تعداد میں ان کے مقابلہ کے لئے آگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے خالد کو حکم دیا کہ ایمان کی فوج کسی جرنیل کی سپرد کر کے فوراً شام پہونچو۔ تو سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ ایک ماہر رہنما کو بلا کر راستہ کی کیفیت پوچھی تو اس نے کہا کہ فلاں راستہ ایک ماہ کا ہے اور فلاں راستہ سے آٹھ نو دن میں بھی پہونچ سکتے ہیں۔ مگر اس راستہ میں پانی نہیں ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ میں بچپنا۔ جب اس راستہ سے گیا۔ اتنی دور جا کر ایک درخت کے نیچے پانی ہے کھودنے سے ملیگا۔ آپ نے جسقدر گھوڑے ساتھ لئے اتنی ہی اونٹ لئے۔ اور اسی قدر ضروریات کا پانی لے لیا۔ اونٹ جو ساتھ لئے تھے وہ اس لئے تھے کہ ان کو ذبح کر کے اونٹ کی تھیلی کا پانی گھوڑوں کے کام آئے آخر وہ اس مقام پر پہونچے تو پانی کا پتہ

نہ ملا۔ اور سخت گھبرائے۔ لیکن تلاش کے بعد پتہ لگ گیا۔ وہ جگہ ریت کے نیچے دب گئی تھی۔ اُسے کھودا تو پانی نکل آیا۔ سب نے مشکیزے وغیرہ بھر لئے۔ اور آگے چلے۔ اگر بغیر طیاری کے چل دیتے تو سخت تکلیف اور نقصان ہوتا۔

پس دانا انسان کا یہ کام ہے کہ جب وہ کسی مہم پر چلے تو اس کو موازنہ کرنا چاہیے کہ کس عظیم الشان راستہ پر چلتا ہوں۔ اگر طیاری نہ کرونگا تو ہلاک ہو جاؤنگا۔

میری غرض اس تمہید سے کیا ہے؟ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم بھی ایک رستہ پر چلے ہیں۔ اس میں بڑے بڑے جنگل ہیں۔ جن میں زہریلے اژدہا جن کے پیاسے شیر چلتے پھرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ انسان کو ذرا بھی غافل پائیں تو چیر پھاڑ ڈالیں پس جہاں جہاں قدم پر خطرہ ہو جو ایسے لمبے راستہ پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ پوری پوری طیاری کریں۔ اور اس قدر سامان ساتھ لیں۔ اور ایسی احتیاط اور ہوشیاری سے چلیں جس کی وجہ سے ہلاک نہ ہوں اور خطرہ کے محفوظ رہوں۔

یہ سفر یہ مراھم۔ یہ کام بہت ہی بڑا اور بہت ہی احتیاط و ہمت چاہتا ہے پھر وہ امر مہم کیا ہے؟ ہم نے ایک مامور و مرسل کو مان کر دنیا میں اعلان کیا ہے کہ ہم

دنیا کی اصلاح کیلئے مامور ہیں!

اور ہم اپنی پوری کوشش سے اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید کے ماتحت دنیا کی اصلاح کریں گے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلکر اپنا مال اپنے عزیز اقربا اور بالآخر اپنی زندگیوں کو اس راہ میں قربان کر کے اسی نقطہ پر دنیا کو قائم کریں گے جسکے لئے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنا مامور ہم میں بھیجا۔

یہ معمولی کام اور معمولی دعویٰ نہیں۔ دنیا کی حالت بگڑ چکی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک کو مامور بھیجا۔ اس نے مرتے دم تک پہرہ اس پاک امانت اور فرض کو دیا کیا یہ ایک چھوٹا سا اور خطیر کام ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس میں کسقدر مشکلات ہیں اور اس راہ میں کیا خطرات ہیں۔ ان کا اندازہ بھی آسان امر نہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جب ہم اس راہ میں نکلنے کے مدعی ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کی یہ غرض رکھتے ہیں یا کم از کم اعلان کرتے ہیں تو ہمیں سب سے اوّل ان مشکلات اور ضروریات ہی پر غور کرنا ہوگا۔

ایک معمولی زکام والے کو ہر شخص دوائی دیگا۔ کوئی کہدیگا تین دن بعد ایسا ہو جائیگا۔ کوئی بنفشہ ہادیان بتائیگا۔ کوئی کہدیگا کہ فاقہ کرو یہ مفید ہے۔ غرض اس قسم کی بیماریوں کے علاج کی ہر شخص جرأت کریگا لیکن اگر قبض ہو یا سل اور دق ہو تو ہر شخص کا کام نہیں کہ ایسے بیمار کا علاج کر سکے۔ بلکہ ایک عالم تجربہ کار طبیب کی ضرورت ہے اگر کوئی نادان سل کے مریض پر تجربہ کرے تو ہلاک کر دیگا۔ اور ایسا ہی پتھری نکالنے کیلئے کوئی لوہار یا ترکھان کو بلا کر شگاف دلوا دے تو نتیجہ کس قدر خوفناک ہوگا۔ اس قسم کے روزانہ مشاہدات ہمیں بتلاتے ہیں کہ جسقدر خوفناک مرض ہو اسی لحاظ سے اس کا معالج مطلوب ہوتا ہے۔ اسی اصل پر تم اپنے کام کی اہمیت کو دیکھ لو۔ کہ دنیا کی مرض معمولی ہے۔ اگر معمولی بیماری ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں اگر آخری درجہ کو پہنچ گئی ہے تو پھر معمولی طبیب نہیں بلکہ بڑے

دینی حالت

پہلے ہم مسلمانوں کی عام دینی حالت پر نظر کرتے ہیں۔ اس کے لئے مجھے بمبئی میں اتفاق سے ۱۵- دن رہنا پڑا اور اس عرصہ میں مجھے وہاں کے مسلمانوں کی عام حالت کے اندازہ کرنے اور اس پر غور کا خوب موقعہ ملا۔ بعض اسباب اس قسم کے پیش آئے کہ ۔۔۔۔ کہ وہ پہلا جہاز جس میں جانے کو تھا نکل گیا۔ اور میں اس پر نہ جا سکا۔ اسلئے اس ایام بمبئی میں مجھے یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کی عام حالت پر غور کروں وہ ترقی کر رہے ہیں یا تنزل!

تین قسم کی مخلوق ہوتی ہے۔ امراء۔ علماء۔ اور عام لوگ اور یہ ظاہر بات ہے۔ کہ عوام الناس۔ علماء اور امراء کے ماتحت ہوتے ہیں۔ چونکہ دین اور دنیا میں ان دونوں گروہوں کے ماتحت عوام الناس ہوتے ہیں اس لئے بجائے تین کے دو ہی گروہ سمجھنے چاہئیں۔

بڑا گروہ امراء کا ہے علماء بھی علی العموم بہ استثنائے بعض امراء کی ماتحتی ہی میں چلتے ہیں۔ کیونکہ امراء بوجہ مالدار ہونے کے اپنا اثر دوسروں پر ڈالدیتے ہیں۔

غرض یہ دو بڑے گروہ ہیں مجھے بمبئی میں بتایا گیا کہ یہاں مسلمانوں کی تجارت ترقی پر ہے۔ میں جو مسلمانوں کے عام حالات پر غور اور مطالعہ کرنیکا عادی ہوں یہ سن کر متعجب ہوا۔ کہ

مسلمان اور تجارت میں ترقی کر رہے ہیں!

یہ تعجب مجھے مسلمانوں کی اس زمانہ کی تجارتی حالت کے علم کے بعد ہوا والا مسلمان ایک زمانہ میں اپنی تجارت میں نہایت کامیاب اور اولوالعزم تھے۔ اس زمانہ میں جہاں ہر قسم کی سخوستیں ان کے شامل حال ہو رہی ہیں وہاں سستی بیکاری اور تجارت و حرفت سے غفلت بھی ہے۔ اس لئے میرے لئے یہ سن کر تعجب کرنا کوئی عجیب بات نہ تھی تاہم جب میں نے دیکھا اور تحقیق کیا تو جہاں مسلمانان بمبئی نے تجارت میں ۱۰- فیصدی ترقی کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوؤں نے اپنی ترقی کو تین گنا بڑھا دیا ہے بمبئی تجارت کا مرکز ہے اور وہاں کی حالت اس امر کا اندازہ کرنیکو کافی ہے مجھے بتلایا گیا کہ جب کوئی مسلمان دو کروڑ روپیہ کما لیتا ہے تو وہ تجارت چھوڑ دیتا ہے۔ اور زمین کی قسم کی جائیداد خرید لیتا ہے۔ اور مکانات کے کرایہ وغیرہ کی آمدنی سے عیش اڑاتا ہے۔

میں نے مسلمانوں کی اس حالت پر خوب غور کیا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ یہ تو ایک گھن ہے جو مسلمانوں کو لگا ہوا ہے۔ اس طرح پر ۲۵- یا ۳۰- سال کے اندر تجارت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیگی مسلمان تجارت میں گو ماتر قی نہیں کر رہے بلکہ تنزل کیطرف جا رہے ہیں یہ تو ظاہری حالت ہے۔ دینی حالت کا تو ذکر کرنا مناسب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں یہ احساس ہو گیا ہے کہ ضرورت ہے اٹھنے کی ضرورت ہے ترقی کرنے کی۔ مگر اس کے لئے جو تجاویز اور تدابیر کی جاتی ہیں وہ اس قسم کی ہیں۔ کہ اُن سے کامیابی کے مقابلہ میں ناکامی کا یقین زیادہ ہوتا ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے حاصل کرنے کے لئے دین کی ضرورت نہیں اور دین کے لئے دنیا سے الگ ہونا چاہیئے حالانکہ یہ اصول محض غلط اور فضول ہے۔

دنیا و دین

دنیا اگر دین کے ماتحت ہو اور دین کے لئے ہو تو وہ عین دین ہے۔ اور دین کا دنیا کے ساتھ تعلق ہے جو قوم دنیا کو جائز طریق سے حاصل نہیں کرتی اور اُسے چھوڑ بیٹھتی ہے وہ دین کو بھی ساتھ ہی چھوڑ دیتی ہے کیونکہ دین تو محنت عملی کسب حلال کی تاکید کرتا ہے انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دیتا ہے لیکن جب انسان کماتا ہی نہیں اور وہ دنیا کو محض ایک گندی اور ناپاک چیز سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو پھر دین کہاں رہا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم تو ہے۔ مگر ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم اسلام میں نہیں۔

ہم سفر بیرسٹر

غرض بمبئی میں رہکر مجھے معلوم ہوا کہ یہاں مسلمانوں نے تجارت میں ترقی کی ہے۔ مگر وہ ترقی کیطرف نہیں بلکہ تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ جب میں جہاز میں سوار ہوا۔ تو میرے ہم سفر کچھ بیرسٹر تھے جن میں سے چار ایسے تھے۔ جو ڈگری لینے جا رہے تھے۔ چھٹیوں میں آئے ہوئے تھے۔ کورس پورا کر چکے تھے ان میں سے دو ہندو تھے اور دو مسلمان۔ ان مسلمانوں سے جب گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ قطعاً خدا تعالیٰ کے منکر تھے ہندو منکر تو نہ تھے مگر وہ یہ کہتے تھے کہ کرتا کچھ نہیں ہے۔ گویا ایک بیجان اور عضو معطل کی طرح ہے یا جیسے ایک لکڑی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ یورپ کے تمام طالبعلموں کا علی العموم یہی مذہب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا اعتقاد باطل ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا کہ اسلام جیسے پاک اور خدا نما مذہب کے ماننے والوں میں تو دہریہ ہوں اور کھلے الفاظ میں وہ یہ ظاہر کریں کہ خدا تعالیٰ کا اعتقاد باطل ہے مگر ہندو اتنا تو مانتے تھے کہ خدا ہے مسلمان خدا تعالیٰ کی ہستی کا ذکر سنکر ہنستے تھے ایک نے ان میں سے کہا کہ ہمارے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) بڑے دانا تھے انہوں نے سمجھ لیا کہ دنیا اس ایک خیال کے پیچھے ہے کہ خدا ہے مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان کی مخالفت کروں۔

(ایڈیٹر الحکم) اس لغو خیال پر غور کرو اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ لوگ ایک وہمی خدا کو مان رہے ہیں اسی لئے مجھکو بھی خدا کا اقرار قائم رکھنا چاہیئے۔ تو انہوں نے بت پرستی کو جائز کیوں نہ رکھا جسکے جائز رکھنے پر دنیا کی سلطنت مال و دولت عرض ہر قسم کی عزت و شوکت پیش کی جاتی تھی۔ یہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور آپ کی تبلیغ کی کوشش سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ آپ نے دنیا کے محبوب مذہب بت پرستی پر حملہ کیا اور خطرناک حملہ کیا دنیا کی ہر قسم کی خرابیوں اور برائیوں پر حملہ کیا۔ اور انکا نام و نشان مٹا دینا چاہا۔ اس میں کیوں آپکی (صلے اللہ علیہ وسلم) فطرت نے گوارا نہ کیا کہ الباطل پر راضی ہو جائیں) وہ فلاسفر تھے انہوں نے جہالت سے بچانے کے لئے لوگوں کو خدا کا اعتقاد دلایا۔ اور اپنی باتوں کو خدا کیطرف منسوب کر دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اس سے بڑھ کر گند کیا ہوگا؟ میں تو یہی جانتا ہوں کہ دہریت سے بڑا گند ہے۔ شرک اس سے اتر کر ہے۔ کیونکہ مشرک خدا تعالیٰ کی ہستی کا تو قایل ہے مگر دہریہ تو انکار کر کے ہنسی اور ٹھٹھا کرتا ہے۔ غرض میں نے باتوں ہی باتوں کے سلسلہ میں پوچھا کہ تمہیں قرآن کریم پر اعتراض کیا ہے؟ اس نے کہا کہ پہلا اور بڑا اعتراض تو خدا ہی پر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا ہے (باقی آئندہ)

مسلمانوں کی بدقسمتی عید میلاد اور نبوی برسی

مسلمانوں کی بدقسمتی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو کام وہ کرتے ہیں اس کو دین سے الگ کر دیتے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کے نصب العین اسلام تھا اور قرآن کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات انکا دستور العمل تھیں۔ ان میں سنت کے اتباع کا اس قدر جوش اور رجحان تھا کہ جہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ٹھوکر کھائی تھی وہاں وہ ٹھوکر کھانا بھی ثواب کا کام جانتے تھے۔ آج اس قسم کی حرکات حقیقت اتباع سے ناواقف لوگوں کی نظر میں خواہ مورد اعتراض ہی سمجھی جائیں مگر وہ قوم جو دیکھ چکی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع اللہ تعالیٰ کے محبوب بنا دینے کا ذریعہ ہے اور جس کو یقین تھا کہ نفس الامر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ ہیں وہ اتباع کامل اور فنافی الرسول کا درجہ اسی طرح حاصل کرنا ضروری سمجھتی تھی اور لاریب اس نے جو سمجھا یا اسی راہ سے پایا۔ مگر آج یہی نہیں کہ ہم اتباع نبوی کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ بلکہ بیسویں صدی کی ایجاد آفرین زندگی میں شریعت کا دکھانا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)

ایک شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کی اصلاح اور اسکی عملی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے آتا ہے اللہ تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا اس کو شرف دیا جاتا ہے۔ منہاج النبوۃ پر قبل از وقت غیب کی خبریں اس پر ظاہر کیجاتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو رسول اور نبی نذیر اور حجری اللہ فی حلل الانبیاء کے ناموں سے پکارتا ہے۔ وہ اپنے صدق دعوے پر وہی دلائل اور نشانات پیش کرتا ہے جو صرف نبیوں کو دیئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی نبوت کو حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعجازی ثمرہ اور آپ کی قوت قدسی کا زندہ نمونہ بتاتا ہے وہ شریعت کا ایک شوشہ یا نقطہ کم و بیش نہیں کرتا مگر ناقدر شناس قوم زمانہ کی ضرورت سے ناواقف قوم اس کو کافر دجال۔ ضال مضل قرار دیتی ہے (وقلیل من عبادی الشکور) باوجودیکہ دیکھتی ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی میں کبھی شریعت غرا کے خلاف کرنیوالا ثابت نہیں ہوا۔ اسکی تعلیم میں کبھی ایسا لفظ نہیں آیا جو شریعت محمدیہ کا مؤید اور خادم نہ ہو۔ مگر چونکہ وہ لوگ جنکو اللہ تعالیٰ نے قوم کی ہدایت اور رہنمائی کا کام سپرد نہیں کیا اور اپنے دینی معلومات اور اسرار شریعت کے جاننے میں ممتاز نہیں ہوئے۔ جو عند الضرورت ضروریات دین میں ترمیم کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔ کوئی ایسا امر اسلامی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جبکا شریعت اسلامیہ اور اسوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی اصل اور نمونہ نہ ہو۔ تو اور تو اور علماء دین متین کی زبان اور قلم بھی خاموش ہو جاتی ہے اس سے بڑھ کر اور بدقسمتی کیا ہوگی گذشتہ سالوں میں عید میلاد کی ایک بدعت لاہور میں کھڑی کی گئی۔ اور بعض لوگوں نے جو اسلام کے ان مسائل مہمہ پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے۔ جنکا براہ راست اثر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر پڑتا ہے۔ اور جو اپنی اخباروں میں کھلم کھلا استخفاف شریعت کا ارتکاب کرتے ہیں اس پر قوم کو توجہ دلائی اور سیوا جی وغیرہ کی برسی کی مثالیں دیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عید میلاد کا جواز نکالا۔ میں نے جہانتک میرے قلم و دماغ نے طاقت دی اس بدعت کے برخلاف جنگ کی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ امسال وہ شور و پکار اخبارات میں نہیں اور صرف ایک چند اساتذہ کے لیکچر ایک آدھ نوٹ اخبارات میں نہایت تنگ وقت میں نکلا۔ میں کہا کوئی بھی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر موجب برکات اور باعث حسنات و نجات کا ہے۔ لیکن محض ایک تماشا کے طور پر اور ایک ایسی طرز پر جسکی اصل اسلام میں نہ پائی جاتی ہو۔ بلکہ جو کفار کی تقلید اور تعلیم سے ایک رسم کے طور پر ہو وہ نہ صرف دوراز کار ہے بلکہ حقیقت کو ملمع سازی سے بدل دیتا ہے۔ اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم میں تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کا کوئی جزو نہ ہو اور تو اور ہمارے مدرسہ تعلیم الاسلام میں بھی افسوس سے کہا جاتا ہے نہیں ہے۔ اگر محض نمائش کے طور پر ایک تاریخ مقررہ پر سالگرہ منانیکا تماشا دکھانیکو ہم طیار ہو جائیں انا للہ وانا الیہ راجعون میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسے جلسوں اور عیدوں کے بانیان کی نیت درست ہے۔ اور وہ اس سے شوکت اسلام ظاہر کرنا چاہتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز کے بعد مغرب سے پہلے مسلمانوں کو ایک اور نماز پڑھنے کی تاکید کرے محض اس لئے کہ یہ عبادت ہے تو کیا یہ نیکی کا کام ہوگا صحابہ کرام سے بڑھ کر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محب اور آپ کے ذکر خیر کی اشاعت کے دلدادہ نہیں مگر کیا تم بتا سکتے ہو کہ انہوں نے اپنی سلطنت اور شوکت کے ایام میں اس قسم کی سالگرہیں اور عید میلاد النبی منائی تھیں؟۔

پھر اس سے بڑھ کر عجیب بات سناتا ہوں پچھلے دنوں محض لڑائی کی مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا اپنی امت کو ہدایت کر رہے تھے۔ کہ عید مت مناؤ۔ یہ سوگ کے دن ہیں۔ وہ عید جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منائی اور جس کو کبھی سوگ نہیں قرار دیا گیا۔ جو نہایت خوشی کا دن سمجھا گیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال بھی صحابہ نے پوری خوشی سے منائی اسکے تو بند کرنے کے اعلان کئے گئے۔ اور قربانی کو ترک کرنے کی ہدایت کی گئی لیکن میلاد النبی کی عید میں کوئی روک اور تاخیر نہ ہونے پاوے۔ کسقدر شرم کی بات ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مقررہ عید متروک ہو تو ہرج نہیں قربانی متروک ہو تو نقصان نہیں اور بعض احمقوں کے نزدیک مجرد حین کے جنیدہ کے لئے نماز بھی ترک ہو تو ثواب ہے۔ لیکن لاہوری مشن کی آخر آئی عید ایسی ہے کہ نہ اس کو کوئی غم روک سکتا ہے نہ استخفاف شریعت و ایجاد بدعت کا خوف۔ ایسی حالت کو دیکھکر جو اسلام اور مسلمانوں پر رو سکتا ہے وہ روئے اور دل کھول کر روئے۔ یہ عید میلاد کی بدعت کا ذکر ہے۔ لاہور میں احمدی جماعت کے بزرگ سالگرہ تو نہیں۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی برسی مناتے ہیں اور وہ اس جلسہ کو جلسہ یادگار روز وفات حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں۔

مجھے دوسرے مسلمانوں پر اسقدر افسوس نہیں جسقدر اپنے معزز بزرگوں پر ہے وہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اعلان کرتی ہے۔ وہ محض تعلق ہی نہیں رکھتے بلکہ قوم کے ممتاز بزرگ ہیں ان کے طرز عمل کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے

میں اس کو یقیناً جانتا ہوں کہ انکی نیت نیک ان کے اغراض پاک ہیں۔ اور وہ انما الاعمال بالنیات کے ماتحت اغراض سے بری ہو سکتے ہیں لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا میں ہر بدعت کی بنیاد نیک خیالات پر ہی رکھی ہوئی قرار دیجا سکتی ہے۔ اور اسکی تائید میں بیسیوں دلایل پیش کئے جا سکتے ہیں۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کی یادگار ایک جلسہ کی صورت میں قایم رکھنے کی ضرورت ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے عظیم الشان غلام احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کی یادگار میں کوئی جلسہ نہ کرنا کیوں غیر ضروری ہے؟ اور کیا صحابہ رضوان تابعین اور تبع تابعین میں اس یادگار کی کوئی اصل ہے میرے اس اختلاف رائے پر جو کسی جی چاہتا ہے مجھکو کہہ لے؟ مگر خدا کے لئے میری بات پر غور کرو۔

ایک وقت میرا اپنا بھی یہی خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار کا دن منانا چاہیئے اور اس روز مختلف مقامات پر ہماری انجمنیں جلسے کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کریں اور آپ کے کاموں سے دنیا کو آگاہ کریں یہ ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے میں نے اس پر ایک آرٹیکل اپنے جوش میں لکھا۔ اور لکھکر اسے حسب معمول حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور میں پیش کیا۔ میرا خیال تھا کہ حضرت بڑی خوشی کے ساتھ اس کی اجازت دیں گے۔ مگر جب میں نے اس ریمارک کو پڑھا۔ جو حضرت امام نے اس پر لکھا تو میری آنکھیں کھل گئیں۔

میں نے محسوس کیا کہ میں تاریکی سے روشنی میں آگیا

اور حضرت امیر المومنین کے ایمان پر میرا ایمان اور بھی بڑھ گیا نور الدین ہم سے زیادہ مسیح موعود کا محب اور متبع تھا اور ہے۔ وہ اسکی حقیقت اور قدر کو ہم سے زیادہ جانتا اسکی بعثت و رسالت کے لئے ہم سے زیادہ جوش اور اخلاص رکھتا ہے مگر اس نے پسند نہ کیا کہ ایک بدعت قایم ہو۔ میری نیت نہایت نیک اور میں پورے شعور سے کہتا ہوں۔ کہ اخلاص پر مبنی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے۔

نور الدین کو ذریعہ مجھے ایک بدعت کی تحریک سے بچا لیا

وہ مضمون میں نے خیالات نوس کے لئے رکھا ہوا ہے مگر اس مضمون کے مناسب حال سمجھ کر میں اسے یہاں ہی درج کر دیتا ہوں۔ اس سے پتہ لگ جائیگا کہ میرا کیا خیال تھا میں نے اس مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس یادگار جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن جلسہ کرنے کی ایک مرتبہ خاص حالات کے ماتحت حضرت نے اجازت دی تھی۔ نہ اسے مستقل طور پر ایک ضروری امر یا تعین تاریخ قرار دیا بہرحال اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی رائے لکھدی تھی اس سے ناظرین کو پتہ لگ جائیگا آج ۹ تاریخ کو لاہوری جلسہ کی بنا پر یہاں قادیان میں ایک جلسہ کرنیکی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح سے مانگی گئی تو آپ نے جو جواب اس سایل کو دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

میں نے ایسے جلسوں کے متعلق قرآن عید اور صحیح حدیث میں قطعاً کچھ نہیں پڑھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مرزا جی کی وفات کا جلسہ بھی اسی قسم کا ہے قرآن و حدیث پر عمل کرو ان امور سے کیا حاصل ہے۔ نور الدین +

میری غرض اس مضمون کے لکھنے سے محض اس قدر ہے۔ کہ ہمارے احباب جہاں کہیں بھی اس قسم کے خیالات رکھتے ہوں یا ایسے جلسے کرتے ہوں۔ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے اس ارشاد کے ماتحت دین کو مقدم کر لینا چاہئے نہ میری تردید کی فکر۔

تبلیغ الاسلام و ترفیع ذکر خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں موقعے ہیں۔ اس تاریخ کو چھوڑ کر جب چاہو کرو۔ اور ضرور کرو کیونکہ یہی ہمارا کام ہونا چاہیئے۔ اب میں آخر میں اس مضمون کو درج کر دیتا ہوں۔ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد گار یوم وفات کے لئے لکھا تھا۔ اور اس پر جو رائے حضرت امام نے دی تھی وہ بھی درج ہے۔ آخر میں میں امید کرتا ہوں۔ کہ میرے بھائی مجھے اس بھولی ہوئی بات کے یاد دلانے میں معذور سمجھیں گے اور اصل مقصد کو زیر نظر رکھیں گے

۲۶ مئی کو مت بھولو!

کا ملال گی اندھم زیر زمین۔
تو بگوری باحیات این چنین

۲۶ مئی سلسلہ احمدیہ بلکہ اسلام کی تاریخ میں ایسا دن ہے جبکہ بنیوں کے موعود اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبشر اور مسیح موعود اور مہدی مسعود نے (علیہ السلام) اپنا کام ختم کر کے انتقال فرمایا۔ اور اس طرح پر اسلام کی عمارت کی آخری اینٹ اپنے مقام پر جا لگی۔ اس وقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ظاہر کر دیا تھا:۔

کہ اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی۔

اُداسی کے تاریک بادل نے اپنا سایہ کر دیا۔

ہمیں مرگ است کز یاراں بپوشد روئے یاراں را
بیک دم مے کند وقت خزاں فصل بہاراں را

اُس وقت ہماری کیا حالت تھی۔ اور کس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سنبھالا۔ اس کے اظہار کی اس وقت ضرورت نہیں۔ مگر اتنا کہنا ضروری ہے کہ اہل دنیا نے جن کی نظر مادی اسباب سے آگے نہیں چلتی اور جو اپنے قیافہ اور دانشوں اور تجویزوں اور عقلوں ہی کے غلام اور عابد ہوتے ہیں سمجھ لیا تھا کہ یہ قوم اور گروہ اب منتشر ہو جائیگا۔ اور اس پاک وجود کیساتھ جماعت اور اس کے اغراض کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن ہم جو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے عجائبات دیکھ چکے تھے۔ اس ابتلائے عظیم میں اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کی شعاعوں کو اترتے مشاہدہ کرتے تھے۔ اور اس تاریکی اور تیرگی میں ایک نور کیساتھ چل رہے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنی تجلی ایک قلب پر اس رنگ میں نازل کی کہ اسے بے انتہا وسعت اور حوصلہ عطا کر دیا۔ اور اس نے اپنی قوم کے بوجھ کو برداشت کرنیکے اُسے قابل پایا۔ دوسری طرف مومنین کے قلوب میں ایک ایسی سکینت اور توجہ پیدا کر دی۔ کہ بے اختیار ہر ایک دل اُسی نور کیطرف کھینچا گیا جو نور الدین کے قلب پر اتر رہا تھا۔ اور سب کے ساتھ نور الدین کے ہاتھ پر ایک ہو گئے۔ دشمنوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا بہت بُری طرح خاتمہ ہوا۔ اور ہماری شب تار روز روشن سے بدل گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کیا کیا ابتلا آئے۔ اور کس کس قسم کے فضل اور برکات کا نزول ہوا یہ امور تاریخ سلسلہ سے متعلق ہیں۔ اور یہاں اُن کو دہرانا میرا مقصد نہیں بلکہ میں اپنے ناظرین کو

۲۶ مئی کی یاد دلانا چاہتا ہوں

۲۶ مئی اب آنے کو ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس وقت تک اس مضمون کے لکھنے والے اور پڑھنے والوں میں سے کون زندہ ہو گا۔ اور کون اس دنیا سے کوچ کر گیا ہو گا۔ بہر حال جو زندہ ہوں ان کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کی یاد تازہ کیجاوے۔ میری اپنی رائے یہ ہے کہ اس عظیم الشان انقلاب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے جہاں جہاں ہمارے احمدی بھائی رہتے ہیں۔ اور احمدی انجمنیں قایم ہیں۔ متفق ہو کر ایک عام جلسہ کریں اور اس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور آپ کی خدمات کا خاص طور پر ذکر کیا جاوے۔ اور اس طرح پر اس پاک پیغام کو پہونچانیکی کوشش کی جاوے۔ جو آپ لیکر آئے تھے۔ اور پھر اس جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار۔ مدرسہ احمدیہ قادیان کے لئے کچھ نہ کچھ چندہ بھی جمع کیا جاوے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی پاک سیرۃ کو اپنے لئے اسوہ قرار دیکر اس رنگ میں رنگین ہونیکے لئے اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا مانگی جاوے اور کثرت سے حضرت مسیح موعود اور سید الرسل حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاوے۔ اور یہ اس تجویز کا مختصر سا خاکہ ہے۔ جو میں اس دن کی یاد تازہ رکھنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ احمدی قوم اس کو سرسری نظر سے نہیں دیکھے گی۔ وہ اس سے فایدہ اٹھانے کی کوشش کریگی غالباً۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہ وفات کے روز جلسہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ لاہور میں ہمارے احمدی بھائی ہر سال جلسہ کرتے ہیں اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ اور آپ کی تعلیم پر لیکچر وغیرہ دیتے ہیں۔ اسی منہاج پر اگر ۲۶ مئی یوم وفات مسیح موعود علیہ السلام پر بھی عام جلسے ہوں۔ اور آپ کے سلسلہ کی تبلیغ اور اشاعت کا کام کیا جاوے تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ ایک مفید کام ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو ثواب پہونچانے کے لئے مدرسہ احمدیہ کے لئے چندہ جمع کرنا صدقہ جاریہ کا کام دیگا۔ اس لئے ان امور پر نظر کر کے اگر کوئی اور مفید بات بھی پیدا ہو اور کسی بھائی کے خیال میں آوے۔ جو شریعت حقہ اسلام کے خلاف نہ ہو تو اس کا اظہار بھی غیر مفید نہ ہو گا۔ میں اپنے اخبار کے ذریعہ بھی اگر اس وقت تک زندہ رہا۔ بفضلہ تعالیٰ اس دن کو منانے کی کوشش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وہ اس طرح پر کہ ۲۶ مئی کا الحکم ایک خاص قسم کا پرچہ ہو گا۔ اور کوشش کیجائے گی کہ اس میں ۲۶ مئی کا پرچہ شائع کر دیا جائے۔ اور اس طرح پر ۳۲ صفحوں پر شایع ہو۔ اس پرچہ کے مضامین سب کے سب انشاء اللہ العزیز ایسے ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر خیر سے لبریز ہوں گے۔ اور ان میں سے اکثر آپ کی قلم سے نکلے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسے جو ابھی شایع نہیں ہوئے۔ یا ان پر اتنا عرصہ دراز گذر گیا ہے کہ کسی کو معلوم بھی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر سی سوانح عمری بھی دیجاویگی اور اس اخبار میں نور الدین کا تعلق مسیح موعود سے ایک مضمون ہو گا جسکے لئے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔ تو میں خود حضرت امیر المومنین سے لکھواؤنگا۔ اور اگر کسی وجہ سے فاصلہ رہا۔ تو خود بفضلہ تعالیٰ لکھوں گا۔ یہ پرچہ انشاء اللہ عجیب مضامین سے مزین ہو کر نکلے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے

مجھے ہمیشہ تعیین تاریخ اور ایسے عرس میں گو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو بدعت نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام سے بڑھ کر کسی محب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مجھے نظر نہیں آتا۔ نہ تابعین میں نہ تبع تابعین میں۔ اس لئے میں ایسی تجویز کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ امور مخفی در مخفی رنگ میں روپیہ جمع کرنے کے ذرایع نظر آتے ہیں!

خود مرزا صاحب مغفور نے کبھی بارہ وفات کا جلسہ اپنے گھر میں ہرگز نہیں کیا!۔

غرض میں اپنے زندگی کے چند دنوں کے لئے بدعات کو گوارا نہیں کر سکتا۔ اور ایسے امور میں بدعت کے خطرناک زہر سے بچنے کا لحاظ ضرور رکھو۔

(الحکم) جزاک اللہ احسن الجزاء۔ "سخن گفتی و در سفتی"

مختصر نوٹ

دیدۂ عبرت کشا حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی وصیت میں حوادث کے متعلق ایک پیش گوئی کی تھی۔ آپ نے فرمایا:۔ کہ

"حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی۔ اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے اور زمین کو تہ بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دست کش ہو جاویں گے۔ خدا ان پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی ہے۔ ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقعہ ہو لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور ان راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں۔ ان کو کچھ خوف نہیں۔ اور نہ کچھ غم خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے۔ کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے۔ اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد"

لیا یہ سچ نہیں؟ کہ اس وقت قریباً اُن آفتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ اور وہ حوادث اور موت اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ دنیا میں ایک ایسی آگ لگ چکی ہے جس کا فرو ہونا آسان نظر نہیں آتا۔ خدا کی باتیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم دنیا کو اس حق سے آگاہ کریں تاکہ اسکی آنکھیں کھلیں۔ ہمیں ان حوادث میں کسی ایک یا دوسرے پارٹ کے لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارا کام اس وقت اگر ہے تو دنیا کو بیدار کرنا ہے۔ اور انہیں بتانا ہے کہ ان حوادث سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس نذیر پر ایمان لاؤ جسکی صداقت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان زور آور حملوں کو شروع کر دیا ہے۔ اس خیال سے کہ ہمارے ایمان بڑھیں۔ اور خدا تعالیٰ کی اس پیش از وقت دی ہوئی خبر سے ہم ترقی کریں۔ حوادث عالم کا سرسری بیان مفید ہوگا۔ اسے غور سے پڑھو۔ ملت لکھتا ہے:۔ کہ

حوادث عالم اور دامن موت

اس وقت قریباً ساری دنیا میں ایک آگ سی لگ رہی ہے۔ ولایت میں حقوق طلب عورتوں نے وہ طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے کہ بڑے بڑے انگریز مدبر تو گویا کرسی بھول گئے ہیں۔ امریکہ میں بھی مختلف پارٹیوں کے درمیان جوت ہو رہا ہے۔ جاپان میں مختلف پارٹیوں کے درمیان جوت و پیزار ہو رہا ہے۔ چین میں بھی حوادث زمانہ آماجگاہ بنا ہوا ہے جرمنی بحری طاقت کو مضبوط کرنے میں کمال دکھا رہا ہے اور بہ راز طشت از بام ہوا ہے۔ کہ وہ کسی جہاز خفیہ طور پر رات کے وقت تیار کر رہا ہے۔ انگلستان کے جنگی ناکوں پر رات کے وقت جنگی جہازوں کے پرواز کرتے دیکھے جا رہے ہیں۔ اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ جرمنی کے ہیں۔ اور انگلستان کے متعلق جرمنی کی نیت بخیر نہیں ہے۔ عرب میں ایک جرمنی جاسوس مدت دراز تک خفیہ طور پر اپنے آپ کو بادشاہ منوانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ قیصر جرمنی نے اس کو اس غرض سے بھیجا تھا اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ اگر وہ عربوں سے اپنے آپ کو بادشاہ تسلیم کرا لینے میں کامیاب ہو جائے تو شاہانہ حقوق و القاب قیصر کے نام پر منتقل کر دے۔ اور اس مہم کو فیصلہ میں ایک گرانبار رقم بطور پیشگی بھی دی گئی۔ اب وہ شخص فرانس میں وارد ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور جس شخص نے اُسے قیصر کے قایم مقام کے طور پر روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا اس پر اس کے دعوے دائر کر رکھا ہے۔ نپولین نے بھی اپنے زمانہ عروج میں اس قسم کی کوشش کی تھی اور ایک بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ مگر وہ مہدی کے بھیس میں مسلمانوں کی بیخکنی کے درپے تھا۔ جس فراسیسی نے اپنے آپ کو خلیفہ مہدی مشہور کیا تھا وہ سائنس کے مہتکنڈے سے بطور معجزہ دکھا کر عربوں کو اپنے ہمرنگ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مگر نپولین کی سر گرمی نے سب کیا کرایا خاک میں ملا دیا۔ اُدھر فرانس جرمنی کے مقابلہ میں بڑی فوج میں اضافہ کر رہا ہے اور انگلستان بحری اقتدار کو قایم رکھنے کے لئے پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ عالم اسلام میں جو شور برپا ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی آگاہ ہیں۔ اس سیاسی ہلچل کے علاوہ ارضی و سماوی حوادث غضب ڈھا رہے ہیں۔ طوفان زلزلے اور قحط سخت نقصان جان و مال کا پہونچا رہے ہیں۔ آتش زدگیوں کا بھی شور ہے۔ انارکستانہ تحریکوں کا بھی زور ہے اور یہ سب علامتیں ایک عالمگیر انقلاب کی ہیں اور عجب نہیں کہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی موجودہ بساط بالکل الٹ جائے اور چند ہی سالوں میں ایک نیا آئین اور تمدن دنیا پر حکمران ہو جائے واللہ اعلم بالصواب۔

اس نوٹ میں جن فقرات کو خط کشیدہ لکھدیا ہے ان پر غور کرو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے ان الفاظ کو پڑھو۔ جو پہلے نوٹ میں میں نے لکھدیے ہیں۔ اور پھر ٹھنڈے دل سے ان پر غور کرو!+

ضرورت امام

اس وقت کی اسلامی دنیا اپنی سراسیمگی اور پریشانی میں امام منتظر کے لئے بیقرار ہو رہی ہے۔ مختلف دعاؤں تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ ان خواہشوں کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے جوش سے فایدہ اُٹھا کر امام منتظر کے دعاؤں پر کتابیں شایع کر کے خوب فایدہ اُٹھایا مگر باوجود اس اضطراب باوجود اس تڑپ اور جوش کے آنیوالے کو انہوں نے شناخت نہ کیا الا ماشاء اللہ لیکن تو بھی یہ بڑھتی ہوئی بیقراری کم از کم ضرورت کو تو پیدا کر رہی ہے اگر اس وقت بھی وہ امام منتظر کسی غار سے نہ نکلے اور آسمان سے آنیوالے ابن مریم نے کسی ایروپین (ہوائی جہاز) کے ذریعہ اتر کر مشکل کشائی نہ کی تو کچھ نہیں کہ اسلامی دنیا کو اس عقیدہ کے متعلق سخت ٹھوکر لگے گی۔ ہاں جن کو سعادت ازلی سے حصہ دیا گیا ہے وہ اس حق کو پالیں گے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ لاکھوں لاکھ رسالے اور اشتہارات حضرت مسیح موعود کے نزول و بعثت پر لکھ کر اسلامی دنیا میں پھیلا دیئے جائیں اور اس حقیقت سے دنیا کو آگاہ کیا جاوے۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ سیاسی سایل کی گتھیاں سلجھائیں اور یورپ کی سیاسیات میں داخل ہو کر اپنی سیاسی دانش کا ثبوت دیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے امام اور اس کے جانشین کو ان مقاصد سے بالاتر ایک مقصد دیا ہے۔ اسے ہم لیکر آفاق الارض میں گھوم جائیں۔ اور دنیا کو بتا دیں کہ

آنیوالا آگیا چاہو تو قبول کرو!

وہ لوگ جو سیاسیات اور مادیات کے واعظ اور موید تھے اب وہ خود اس امر کیطرف اتر آئے ہیں۔ کہ ہمیں اپنی روحانی قوتوں کے بڑھانے کی فکر کرنی چاہیئے جیسا کہ ملت نے بڑے زور سے لکھا ہے:۔

روحانی قوتیں

معزز ہم عصر ملت رقمطراز ہے

کہ ہم کو یہ دیکھ کر سخت رنج ہوتا ہے۔ کہ مغربی مادیت کی ظاہری خوشنمائی پر بھول کر مسلمان نوجوان بھی روحانی و اخلاقی زندگی سے کوسوں ہو رہے ہیں۔ اور دنیا کے عیش و طرب اور دولت ہی کو زندگی کا ماحصل اور انجام سمجھتے ہیں۔ عاقبت سے ایسے بیفکر ہیں کہ گویا کہ وہ محض شیخ چلی کا ہوائی قلعہ ہے اور اتنا نہیں سوچتے کہ صرف دنیا کی قلیل زندگی ایک سوچنے والے جاندار کے لئے سراسر لعنت ہے۔ اور اگر اس کی خاطر یہ زندگی اور وہ طاقتیں جو انسان میں موجود ہیں۔ انسان کو عطا کی گئی ہیں۔ تو گویا وہ بالکل فضول اور دور از مطلب ہیں کیونکہ انسان انسانی زندگی میں اپنے قدرتی جذبات کا ایک لاکھواں حصہ بھی عملی طور پر درجہ تکمیل کو نہیں پہونچا سکتا۔ تو کیا پھر یہ جذبات فضول نہیں؟ کیا ان جذبات کا پیدا کرنیوالا ظالم ہے؟ کہ وہ دریا میں پھینکنے حکم دیتا ہے کہ **ہوشیار باش وامن ترکمن** یا عزیز سوچو اور پھر سوچو اور خوب سوچو کہ یہ دنیاوی زندگی کس مقصد کی تحصیل و تکمیل کا ذریعہ ہے۔ کیا ہمارے انبیاء اور صلحاء اپنے دشمن تھے؟ کہ پیدائش سے لیکر موت تک دنیا کے تعیش و نعم سے کنارہ کش رہے۔ کیا وہ مقصد زندگی کے سمجھنے سے عاری تھے؟ اگر یہی زندگی ہے اور اسی کے لئے یہ سارا ساز و سامان مہیا کیا ہے۔ تو پھر اس تمدن و قانون و اخلاق سے کیا مطلب؟ **کھاؤ پیو اور خوش رہو**۔ کی خواہش کے ہوتے دنیا اس خواہش کو کیوں نہیں پورا کر سکی۔ تم آج کل کا فکر کیوں کرتے ہو آیندہ کے منصوبے کیوں سوچتے ہو؟ خدا نے انسان کے اندر آیندہ فکر کی جو طاقت پیدا کر دی ہے تو کیا یہ اسی تیس چالیس سال پر حاوی ہے اور کیا انسان کی قوت متصورہ ایک نسل کے منصوبوں پر قانع ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صدیوں کے پروگرام ہم کو غور اور فکر سے آزاد کر دیتے ہیں؟ ذرا خیال کرو کہ جب ہزاروں سالوں کے پختہ در پختہ ہماری بے چینی میں کا ذرہ بھر تخفیف نہیں کر سکتے۔ اور ہمیں ایک لحظہ کا اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو کیا یہ غور اور سوچنے والی قوت صرف دنیاوی پروگراموں کے لئے ہی ہے۔ اگر الہامی ہے۔ تو کیوں نہیں پروگراموں کی تکمیل پر ہم مطمئن ہو جاتے (ذہنیں ہوں گے۔ جب تک کہ ہم اپنی ساری قوتوں سے وہی کام نہ لیں گے۔ جن کے لئے وہ پیدا کی گئی ہیں۔ ہاتھ و بیکار رہنے کا مطلب اُسے ضایع کرنا یا عضو معطل بنانا ہے۔ اسی طرح ان قوتوں سے کام نہ لینا جو آیندہ کی فکر میں ہمیں مستغرق رکھتی ہیں۔ ان قوتوں سے جواب لینا ہے ان قوتوں کا ادبار اور جوش صاف طور پر محسوس کرا دیتا ہے کہ انکی رسائی دنیاوی مہمات سے بہت آگے ہے اور جبتک ہم ان کے حسب حال اس بلندی تک نہیں پہونچائیں گے جسکا وہ مطالبہ کرتی ہیں ہم کبھی مطمئن اور شاد کام نہیں ہوں گے۔ اور چونکہ ہم ان قوتوں کے صحیح مصرف کا پتہ نہیں لگاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دن رات بے چین رہتے ہیں اور دنیا کے بادشاہ ہو کر بھی اپنے آپ کو ہر در کا محتاج پاتے ہیں۔ ان قوتوں کے صحیح مصرف نہ جاننے کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم اپنی بیچینی کا اصلی سبب جاننے سے قاصر رہتے ہیں۔ اگر ہم ہاتھ سے پاؤں کا کام لینا شروع کر دیں۔ تو نتیجہ کیا ہوگا؟ اس طرح اگر ہم ان قوتوں سے جو روحانی فرایض کے لئے مقرر ہیں دنیاوی گورکھ دھندوں میں صرف کریں گے۔ تو مبتلائے مصیبت ہوں گے۔ اور ہم چونکہ مبتلائے مصیبت ہیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ ہم روحانی قوتوں کو بھی دنیا کے کاموں

میں صرف کرنے کی مہلک غلطی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ ان قوتوں کے فرایض منصبی کے سامنے زانوئے آداب طے کرکے بیٹھنا چاہیئے ✦

مسلمانوں کی موجودہ پستی کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے چند صدیوں سے اپنی ساری توجہ سیاسی اور مادی امور میں صرف کر رکھی ہے اور چونکہ انسان کی مادی قوتیں ایک ہی صیغہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں۔ اس لئے جو شخص بھی ان قوتوں کو ایک ہی صیغہ کے لئے متخصص کر دیگا وہ منہ کی کھائیگا۔ قوتوں کا غلط استعمال نا صرف قوتوں کو کمزور دیتا ہے بلکہ ان کو موجب نقصان بنا دیتا ہے اور زندگی کا رابطہ و ضابطہ موقوف ہو جاتا ہے۔ جو قومیں سیاسی امور کے لئے تھیں چونکہ ان میں اور قوتوں کا بھی دخل ہو گیا ہے جو ان امور کے اہل ہی نہیں۔ اس لئے سیاسی امور کی قومیں بھی اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہو گئی ہیں۔ اگر ایک گاڑی کو ایک ہی وقت پر ہم ہاتھی اونٹ۔ گھوڑے خچر۔ گدھے۔ کتے سے چلانا چاہیں تو نتیجہ ظاہر ہے اگر ہم گاڑی کے لئے گھوڑے سے شکار کیلئے ہاتھی سے۔ صحرائی سفر کے لئے اونٹ سے اور پہاڑی سفر کیلئے خچر سے۔ بار برداری کے لئے گدھے سے۔ پاسبانی کے لئے کتے سے کام لیں تو ہمارے کام بخیر و خوبی سرانجام پائیں امید ہے برادران ملت ان امور پر غور کریں گے اور سیاسی امور میں منہمک رہنے کی بجائے اپنے اوقات عزیز کو ایک سچے مسلمان کی طرح اس طرح پر تقسیم کریں گے کہ معینہ وقت پر کام ہو اور ہر قوت کی نشوونما کے لئے ایک معین وقت ہو۔ وما علینا الا البلاغ

الارم! سرخ جھنڈی آنے والا خطرہ!

جہاں حوادث اور مہلک خطرات کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں الارم دیا جاتا ہے۔ اور سرخ جھنڈے کے ذریعہ بتا دیا جاتا ہے کہ کوئی خطرہ آنیوالا ہے۔

میں مسلمانوں کو ایک آنیوالے خطرہ سے الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ العزیز آگاہ کرنے کی خدا کے فضل سے توفیق چاہتا ہوں ✦

بائیکاٹ اور احمدی

پرکاش لکھتا ہے کہ علیگڈھ کے ایک جلسہ میں۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ اطالی۔ اسٹرین مال کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق علماء کا فتویٰ حاصل کر لیا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ لوگ ایجی ٹیشن اور بائیکاٹ کو آج کل اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور اس سبق کے معلم ہندوستان میں ہمارے برادران وطن ہیں۔ مگر پرکاش اور اس کے ہم خیال اخبارات کو معلوم رہنا چاہیئے کہ

احمدی قوم اس قسم کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی

اور بائیکاٹ کا مسئلہ ہمارے نزدیک ناقابل عمل ہے اپنی ملکی اشیاء کو ترقی دینا تجارت کو بڑھانا مادی اور اقتصادی اصولوں کی بنا پر ہر چند بہتر ہے لیکن دوسرے ممالک کی اشیاء سے متمتع ہونا ہم قرآن مجید کے احکام کے ماتحت ایک نعمت سمجھتے ہیں۔ اس لئے احمدی قوم نے نہ پہلے جب ہندوؤں نے بائیکاٹ کے ہتھیار کو استعمال کیا۔ اور نہ اب جبکہ ہمارے مخالف الرائے مسلمان اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اس کو اپنا دستور العمل بنایا ہے ہماری جماعت اس قسم کی تحریکوں میں کبھی حصہ نہیں لیتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سمندروں کے راستہ جہازوں پر یہ چیزیں بھیجتا ہے۔ ہم کیوں ان سے فائدہ نہ اٹھائیں تعجب ہے کہ جو لوگ بائیکاٹ کا وعظ ضرورت کے وقت کرتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک طرف فری ٹریڈ کی حمایت کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف بائیکاٹ کو ضروری سمجھ لیتے ہیں۔

اودھار اور نیوگ میں کیا فرق ہے

پرکاش نے لکھا ہے کہ اسٹریلیا میں جبیل ایری کے قریب رہنے والوں فرقوں میں بیویوں کو اودھار دینے کی رسم ہے۔ اور یہ بیویاں اس شخص کو اودھار دیجاتی ہیں جو قانوناً اس کے ساتھ شادی کر سکتا ہو۔ اور لکھتا ہے کہ اگرچہ ہر عورت کا ایک خاص خاوند ہوتا ہے جو اولاد کا باپ سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس عورت پر بعض اور لوگوں کے بھی خاوندانہ حقوق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پرکاش اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے اسٹریلیا کی یہ رسم کس قدر اخلاق اور حیا سوز ہے بتلانے کی ضرورت نہیں"

میں اپنے معزز ہمعصر سے بالکل متفق ہوں لیکن یہ عرض کرنیکی معافی چاہتا ہوں۔ کہ آریہ نکتہ خیال سے تو یہ دیکھ فتح ہے۔ کیونکہ نیوگ میں گو اودھار کا لفظ نہ ہو۔ مگر صورت یہی ہے کہ ایک شخص خاص خاوند ہوتا ہے جو اولاد کا باپ سمجھا جاتا ہے اور پیرج دا تا صرف حقوق زوجیت سے استفادہ کر لیتا ہے۔

مسلمانوں میں اسلامی روح کیونکر پیدا ہو سکتی ہے

رقیمہ حضرت صاحبزادہ صاحب قادیان

میرے ایک دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ میں دو تین صفحہ کے اندر اس ہیڈنگ پر کچھ لکھوں کہ مسلمانوں میں قومی روح کیونکر پیدا ہو سکتی ہے"۔ قومیت اسلام میں کہیں نظر نہیں آتی اس لئے مذہبا سلام کا عاشق اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہے کہ لفظ قومی کو اسلام سے بدل دے۔ اسلام دنیا میں خدا کی وحدت کا خیال اور عقیدہ راسخ کرنے آیا ہے۔ اور دنیا کو مسلمان یعنے فرماں بردار بنانے آیا ہے اس لئے مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکی جانی چاہیئے۔ اس سوال کو دو صفحات میں حل کر دینا ایک مشکل امر ہے لیکن خلاصۃً میں اتنا کہہ دونگا کہ اسلامی روح پھونکنے سے یہ مراد ہے کہ جسطرح جسم انسانی روح سے زندہ ہے اور اس سے جدائی کو ناپسند کرتا ہے۔ اور رات دن اس کے قایم رکھنے کیلئے کوشاں رہتا ہے یعنے قسم قسم کی مشقتیں اٹھا کر کھانا اور باقی دوسری ضروریات روح اس کے تعلق کے بقا کے لئے مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں اسلام اس قدر راسخ ہو جائے اور وہ اس کی ضروریات کو ایسی عمدگی اور ایسی خوبی سے سمجھ لیں کہ اس کے بغیر اپنے بقا کو ناممکن و محال جانیں اور پھر اس روح سے متاثر ہو کر اپنے ہر فعل کو اس کے ماتحت لے آئیں۔

یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیئے کہ نادان سے نادان انسان بھی کسی مفہوضہ چیز کو تب ترک کرتا ہے جب دوسری چیز اس سے اعلیٰ پاتا ہے۔ بچہ تک کو اگر ایک کی بجائے دو چیزیں دکھائی جائیں تو وہ دو کو ایک پر ترجیح دیگا۔ لیکن اگر ایک انار کی جگہ اسے نصف انار دیدو تو وہ اس کے لینے پر کبھی راضی نہ ہوگا پس مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکنے کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام کی خوبیاں اس عمدگی اور خوبی کیساتھ نقش کیجائیں۔ کہ وہ اسلام کو اپنی موجودہ حالت سے بہتر یقین کر لیں اور خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسلام پر عمل کرنے سے ہم بدتر نہیں بلکہ بہتر حالت میں ہو جائیں گے جب یہ بات حاصل ہو جائے گی تو اس وقت خود بخود مسلمانوں میں ایثار کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ اس وقت انکو ایثار ایسا ہی آسان معلوم ہوگا۔ جیسا اس شخص کو جس کے پاس ایک روپیہ ہو اور ہم اس سے کہیں کہ اگر یہ روپیہ تم فلاں آدمی کو دیدو تو ہم تم کو یہ دو روپیہ دیں گے تو وہ اس روپیہ میں خواہ اپنے نفس کی خاطر ہی دوسرے شخص کو ترجیح دیگا۔ اسی طرح اگر مسلمانوں پر اسلام کی تعلیم روشن کیجائے تو وہ نہ صرف ایثار کو اس لئے قبول کرینگے کہ یہ اسلام کا حکم ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس ایثار سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ بلکہ قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ الذین امنوا و کانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولا تبدیل لکلمات اللہ ذالک الفوز العظیم وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی بنے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخر میں بھی یہ خدا کی ایسی باتیں ہیں جن میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ ایک بڑی کامیابی کی بات ہے پس وہ خوف جو ایثار سے انسان کو مانع ہوتا ہے کہ مجھے اس سے نقصان ہوگا دور ہو جائیگا اور مسلمان ایثار کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

اور اس طرح جو ایک زمانہ میں ان میں کام کرتی تھی پھر دوبارہ کام کرنے لگے گی لیکن سوال تو یہ ہے کہ اسلام کی خوبیاں اس روز سے اور روشن طور سے نقش کیونکر کیجائیں کہ جس سے لوگوں کے اعمال خود بخود اسلام کے ماتحت آجائیں اور اپنی ذاتی غرضوں سے توجہ ہٹے اور اسلامی مفاد کیطرف متوجہ ہوں یہ بغیر الہی تائیدات اور سماوی نشانات کے نہیں ہو سکتا۔ جب مسلمانوں کو کوئی نمونہ ایسا نظر نہیں آتا کہ اس نے اسلام کی خاطر اپنے آپ کو خاک کیا ہو اور اپنے اسلام کو اپنے مفاد پر اختیار کیا ہو۔ اور پھر بجائے ذلت و ادبار کے اس نے ترقی اور عزت حاصل کی ہو تو اس وقت تک اسلام ان کے رگ و ریشہ میں کس طرح اپنا اثر دکھا سکتا ہے پس ضرورت ہے کہ ان میں اس قسم کا ایک نمونہ قایم ہو۔ جس کو دیکھکر وہ اس ظلمت کے زمانہ میں آگے بڑھیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی روح قرآن شریف

کے اتباع سے پیدا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں نے پہلے بھی اسی سے ترقی کی ہے اور اب بھی اسی سے ترقی کریں گے۔ اور اتباع قرآن بغیر کامل نمونہ کے ہو نہیں سکتی۔ ہاں ایک ضمنی سوال میں یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی سوال کرے کہ مسیحی بغیر قرآن کے اتباع کے کیوں معذور ہیں۔ اس کا جواب تو یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں وہ قرآن کے موافق عمل کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر عالم گناہ کرے تو زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے ایک پولیس مین اور جاٹ دونوں چور ہوں تو پولیس میں زیادہ سزا پائیگا۔ مسلمان اگر قرآن کو چھوڑیں تو سخت سزا کے مستحق ہیں۔ اور مسیحی انجیل کو چھوڑتے ہیں تو کچھ معذور بھی ہیں۔ پس مسلمانوں کے دلوں میں زندہ اسلام کے نقش بٹھا دو۔ اور اس کی خوبیاں ان پر ظاہر کر دو۔ پھر کون ہے جو اپنی ہلاکت چاہے قرآن کے اتباع سے ان میں اسلامی روح پیدا ہو گی۔ اور سب دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں گے۔

برق آسمانی

بر فیصلہ ابو احمد رحمانی

میں نے اس سے پہلے بھی انجمن احمدیہ مونگیر کی اعانت کیلئے الحکم میں ایک مختصر نوٹ لکھا تھا۔ مونگیر کے احمدیوں پر وہاں کے شورہ پشت مخالف سخت حملے کر رہے ہیں۔ ان کے کاروبار میں روکیں ڈالتے ہیں۔ اور ہر طرح سے انہیں تنگ کرنے کی کوشش اٹھا نہیں رکھتے۔ مگر وہ مٹھی بھر آدمی خدا کے فضل و کرم سے اُن سب کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مسجد کا مقدمہ جو ان کے خلاف کر رکھا ہے فریق ثانی اپنی پوری طاقت جتھے اور مالی اثر سے حملہ آور ہوا ہے ہماری جماعت کمزور ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ قوی عزیز ہے۔ تاہم اسباب کے ماتحت یہ ضروری امر ہے کہ لائق وکلاء سے اس مقدمہ میں مدد لی جاوے اور اس کے لئے مالی مشکلات ہیں۔ احمدی قوم کی حمیت اور ہمت سے بالا بعید ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو مشکلات میں دیکھیں اور ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پہلی تحریک پر اکثر دوستوں نے قدم اٹھایا ہو گا۔ اور جنہوں نے ابھی تک اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کی وہ چندہ میں سے اس جہاد میں شریک ہو جاویں۔ اس سلسلہ میں یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ مونگیر کے مخالفوں نے تحریری سلسلہ مخالفت کا بھی شروع کر رکھا ہے آئے دن وہ کوئی نہ کوئی کتاب اور رسالہ لکھکر لوگوں کو بدظن کرتے اور تبلیغ کی راہ میں روک ڈالتے ہیں مولوی محمد علی کاپنوی ان مخالفین کا امام اور سرگردہ ہے جو اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مونگیر وغیرہ میں احمدیت کی تحریک زور سے شروع ہے اور متعدد روحیں طیار ہو رہی ہیں وہاں مستقل اور متواتر کام کی ضرورت ہے فریق مخالف نے ابھی ایک کتاب فیصلہ آسمانی شائع کی تھی۔ اس کا جواب مولوی خلیل احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مونگیر نے نہایت قابلیت اور ملاحت سے دیا ہے۔ اسکا نام برق آسمانی ہے۔ اس کتاب نے مونگیر کے مخالفین کو بہت کردیا ہے اور وہ سخت گھبرا رہے ہیں مگر ضرورت ہے کہ یہ کتاب وہاں کثرت سے تقسیم ہو اسلئے ہمارے دوست اس کتاب کی چار چار پانچ پانچ جلدوں کی قیمت وہاں بھیجدیں تاکہ سکرٹری صاحب ان کتابوں کو مفت تقسیم کریں۔ کتاب کی قیمت صرف ۱۰ ہے۔ میں ایکبار پھر احمدی قوم کی حمیت دینی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مونگیر کی کارکن جماعت کی اسوقت مدد کریں مسجد کے مقدمہ اور مخالفین کی تحریروں کے جواب میں انجمن مذکور کی مالی اعانت کر کے ان کے ساتھ ہوں۔ اور اپنی دعاؤں میں اس انجمن کے بزرگوں کو یاد رکھیں۔ ہر قسم کی رقوم مولوی خلیل احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مونگیر محلہ دلادر پور بھیجی جاویں۔

دار الامان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح اور آپ کے اہلبیت الحمد للہ سب بخیریت ہیں حضرت خلیفۃ المسیح نے قرآن مجید کے اسماء افعال اور حروف کی فہرستوں کا کام شروع کر دیا ہے اور محض اس خیال اور نیت سے کہ آپ کے خدام کو قرآن مجید کی خدمت اور اس پر غور و فکر کی عادت ہو اس کام کو چند خادموں کے سپرد کیا ہے کہ وہ ایسی فہرستیں مرتب کریں اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔ کہ حضرت امام کے منشاء کو پورا کر سکیں (۲) حضرت ام المؤمنین چند روز کے لئے دہلی تشریف لے گئے ہیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آپکے ساتھ گئے تھے اور اب پھر واپس آکر دہلی جانیوالے ہیں + (۳) اس ہفتہ قادیان میں بارش ہو گئی ہے نواح قادیان اور قادیان میں خسرہ اور چیچک کی بیماری کا اثر پایا جاتا ہے (۴) اس ہفتہ فیروز پور سے برادرم منشی فرزند علی صاحب اور مرزا محمد علی صاحب پلیڈر حضرت کی خدمت میں سعادت اندوز ہوئے اور چوہدری نصر اللہ خانصاحب پلیڈر سیالکوٹ سے اور منشی احمد الدین گوجرانوالہ سے تشریف لائے لاہور سے دو گریجویٹ صاحبان بھی حاضر خدمت امام ہوئے حضرت نے خاتم النبیین کی حقیقت پر ایک مختصر اور لطیف تقریر فرمائی جسکو کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ دیدیا جائیگا۔ (۵) قادیان کی ٹریننگ ایڈیا کمیٹی کے کام کی حقیقت کا ملاحظہ کرنا ہو تو بارش کے ایام میں دیکھنا چاہیئے کہ گلیوں کی ناہمواری کیا تماشہ دکھا رہی ہے۔ افسوس کئی ہزار روپیہ نہایت بیدردی سے غریب پبلک کا خرچ کر ڈالا اس بے احتیاطی پر ابھی بعض بزرگوں کو شوق ہے کہ خدا کرے کمیٹی کے ٹوٹنے کی خبر جھوٹ ہی ہو۔ میں کم از کم جناب منشی امداد علی صاحب تحصیلدار بٹالہ کو جو اس کمیٹی کے ممبر مجلس ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی مسلمہ بیدار مغزی اور دانشمندی سے قادیان کی غریب پبلک کے باقی ماندہ روپیہ کو گلیوں میں فرش وغیرہ پر صرف کرانے کی کوشش کر کے غریبوں کی دعائیں لیں گے +

مراسلات

پیغام صلح

رسالہ ست اپدیش لاہور کے ایڈیٹر ماہواری رسالہ بابت ماہ جنوری ۱۹۱۳ء کے صفحہ ۶ پر نئے سال کی نئی تجویز نمبر ۲ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ ۲۵ نومبر ۱۹۱۲ء بوقت قریباً ۱۰ بجے شام کے پرماتما نے مفصلہ ذیل نیک تجویز راقمہ کو سمجھائی۔ کہ ہندوستان کے عقلمند اور نیک دل مسلمان و ہندو لیڈروں سے درخواست کیجاوے کہ وہ متفق ہو کر قسطنطنیہ (دارالخلافہ ملک ٹرکی) کے شیخ الاسلام و شہنشاہ ترکی سے درخواست کریں کہ جسطرح انہوں نے گذشتہ بقرعید کے موقعہ پر ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے یہ فتویٰ دیا تھا کہ وہ اس موقعہ پر گائے کی قربانی نہ کریں اور گائے کی قربانی کرنے میں جسقدر روپیہ انہوں نے خرچ کرنا تھا اسی قدر روپیہ وہ ٹرکی کی لڑائی میں زخمی سپاہیوں کے علاج و معالجہ کے لئے اور اس جنگ میں جو مارے گئے ہوں ان کی بیوی بچوں کی مدد کے لئے ارسال کریں۔ اس طرح سے کہ وہ اب اس قسم کا فتویٰ دیویں کہ تمام مسلمان گاؤکشی اور گائے کے گوشت کے کھانے سے ہمیشہ کیلئے پرہیز کریں۔ اور اس نیکی کے صلہ میں جو اس فتویٰ سے ہندوستان کے ۲۰ کروڑ ہندوؤں کی دلداری کرنے اور اپنے رشتہ محبت پیدا کرنیکا موجب ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کے سب ہندو ملکر..... ..... ٹرکی کو دو کروڑ روپیہ نذر کریں وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اس فتویٰ سے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دلی اتحاد پیدا ہو گا۔ دو قومیں ایک دوسرے کی مددگار ہو جاویں گے اور ذات پات اور چھوت چھات کا رواج بھی کم ہو جاویگا۔

ناظرین! ست اپدیش صاحب کی اوپر والی تجویز میں اگرچہ بہت سی باتیں بحث کے لائق ہیں لیکن ان سب باتوں کو ایک طرف رکھ کر ہم میں سے ہر ایک کم از کم اتنا تو ضرور سمجھ لیگا۔ کہ وہ ہمیں روپیہ کا لالچ دیکر ہم سے گائے کی قربانی اور گوشت چھوڑانا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کو سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ (۱) کیا ہم مسلمان روپے کے لالچ سے اپنے دینی شعار کو چھوڑ سکتے ہیں۔ (۲) کیا شیخ الاسلام و شہنشاہ ٹرکی اس چیز کو جس کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم گائے (جس کو تم خدا کے سوائے معبود یا معبود کے برابر سمجھتے ہو) ذبح کرو۔ اپنے فتوے سے چھوڑانے کو تیار ہوں گے (۳) کیا سب مسلمان ایسا فتویٰ ماننے کو تیار ہوں گے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی چیز کو ہم حلال سمجھیں لیکن کسی خاص وجہ سے اس کو استعمال نہ کریں لیکن روپے کے لالچ میں آکر ہم مسلمان لوگ اب اس رہے سہے زمانہ میں بھی جبکہ مصیبتوں اور بلاؤں کے پہاڑ ہر طرف سے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اپنا بت فروش نام رکھانا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ کیا وہ ہمارے ان بزرگوں کے حالات سے ناواقف ہیں۔ جنہوں نے اپنا نام بت شکن رکھانا پسند کر لیا۔ لیکن بت فروش کہلانا ہرگز ہرگز پسند نہ کیا اور (۵) پھر ان کو یہ بھی سوچنا بہت ضروری تھا۔ کہ کیا صرف گائے کی قربانی کا بند ہونا ہر دو اقوام کے محبت اتفاق اور دلی اتحاد کیلئے کافی ہو گا نہیں ہرگز نہیں۔ ان کی یہ تجویز بہت سی اصلاح کے لائق ہے۔ ان کو

تلاش گم شدہ

حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ مسمی فضل کریم جو پہلے قادیان کے بعض دفاتر میں کلرک بھی رہ چکا ہے اور دراصل متوطن شادیوال ضلع گجرات ہے۔ کچھ عرصہ سے لاپتہ ہے کسی صاحب کو معلوم ہو تو خبر کریں حلیہ یہ ہے گورا رنگ داڑھی چھوٹی چہرہ بدن میانہ قد۔ انگریزی اردو خوش خط لکھ سکتا ہے۔ فقیر انہ الفی پہنتا ہے +

چاہیئے۔ کہ باہمی نزاع اور مخالفت دشمنی اور نفرت کی اصل جڑ ایک دوسرے کے بزرگوں پیغمبروں اور رشیوں کی جو کہ حقیقت میں دنیا کے لئے مقدس رام گیوئیں کرآتے ہیں اور پاپوں اور گندوں سے بھرے ہوئے ہمارے دلوں کو اپنے آسمانی اور پوتر وعدہ دیکھن سے طاقتور اور توانا کر دیتے ہیں توہین کرنا اور ہتک آمیز الفاظ اور کلمات کہنا اور نہ ایک دوسرے کی کتب الٰہی پر ناجائز حملات کرنا ہے۔ جب تک یہ دور نہ ہوں گے تب تک دلی اتحاد اور سچا اتفاق ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

پیار و ظاہری طور پر مل بیٹھنا اور ایک جگہ بیٹھ کر کھا پی لینا اور بات ہے۔ لیکن صفائی قلب سے اتحاد اور اتفاق قایم کرنا اور بات ہے۔ ممکن ہے ان ہر دو اقوام کی باہمی نا اتفاقی اور ناچاقی کا باعث گائے کی قربانی ہو۔ لیکن سب سے بڑا سبب انہیں رام گیوؤں پر قلم و زبان کی چھری چلانا ہے جو کہ میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ اور جب تک اس سبب کو دور نہ کیا جاویگا۔ صلح اور اتفاق اور اتحاد بالکل اکارت و بیفایدہ ہے۔ اور صرف برائے نام ظاہر ہوگا۔ اور یہ وہی بات ہے جو کہ آج سے پانچ سال پہلے گیوؤ رکھشا کے بڑے حامی موجودہ زمانہ کے بڑے نبض شناس۔ سچے خیر خواہ اور سچے ہمدرد نہ کلنک کرشن دھاری اوتار حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے سرگباش ہونے سے پیشتر تجویز کی تھی۔ اور جسکا اظہار اسی سال اس ملک کے صدر مقام لاہور میں ان کے اس جہان سے کوچ کر جانے کے بعد ایک بڑے مجمع میں جس کے صدر آنریبل رائے بہادر پرتول چندر چٹرجی ایم۔ اے بیچ چیف کورٹ پنجاب تھے کیا گیا تھا۔ اور اس میں جتلایا گیا تھا کہ ہم مسلمان آپ کے تمام رشیوں کو بزنگ مقدس اور صادق سمجھتے ہیں اور سچے وید کو بھی باوجود کئی قسم کے نقایص کے کتاب الٰہی ماننے کو تیار ہیں سو تم بھی اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مان لو۔ اور آیندہ توہین و تکذیب چھوڑ دو تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے کو تیار ہوں۔ اور ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے۔ اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور ادب سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کر دیں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان ل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار نامہ لکھکر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اسکا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہیں ہوگی گیو رکھشا احمدی سلسلہ کے پیشرو حضرت خلیفۃ المسیح و کرشن و مہدی مولانا مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کرشن رودھر گوپال کی مفصلہ ذیل الفاظ میں تصدیق فرماتے ہیں۔

میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کو صدق دل سے سچا اور ان کے کاموں کو صداقت کے کام یقین کرتا ہوں۔ اور اب تک اسی یقین پر ہوں۔ ایک ذرہ بھر اُن کے خلاف کو بلاکت کا باعث اعتقاد کرتا ہوں جو کچھ آپ نے کہا وہ سب کا سب مجھے قبول ہے۔"

پھر کرشن دھاری رودھر گوپال جی فرماتے ہیں کہ میں صرف اپنی جماعت کا ذمہ دار ہوں۔ باقیوں کا نہیں کیونکہ وہ لوگ کسی لیڈر کے ماتحت نہیں ہیں۔ بلکہ مجھکو بھی کافر دجال قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ اگر ہندو صاحبان میرے ساتھ ایسا عہد کریں گے تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بیجا حرکت کے مرتکب نہ ہوں گے۔ کہ ایسی مہذب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کر کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں اس لئے میں امید رکھتا کہ اس معاہدہ کے بعد وہ لوگ اپنی زبان کھولیں۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ اس معاہدہ کو پورا کرنے کیلئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھدار لوگوں کے دستخط ہوں۔

پیارو! صلح جیسی کوئی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ ایک ہو جاویں اور ایک قوم بن جاویں۔ باہمی تکذیب سے جسقدر چھوٹ اور نقصان بڑھا تم سب کو معلوم ہے۔ آخر اب یہ بھی انسانی بہترین طریق صلح کا یہی ہے ورنہ کسی دوسرے پہلو سے کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری حالت پر خوش ہو جاویں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے خیر اگر کوئی مفصل حال دیکھنا چاہے تو رسالہ پیغام صلح جسکی کئی ہزار کاپیاں تمام ملک ہند میں اردو اور انگریزی میں چھپوا کر مفت تقسیم کی گئی ہیں شیخ نور احمد صاحب ایجنٹ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ احمدیہ بلڈنگس اسلامیہ کالج لاہور سے مفت لیکر یا صرف ۱۰ پائی محصول ڈاک بھیجکر منگوا کر دیکھ سکتا ہے۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ ظاہری طور پر نہیں بلکہ دل کی صفائی صرف اسی صورت میں پیدا ہوگی جب مسلمانوں آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لوگے اور ایسے ہی ہندو لوگ بھی سچل کو دور کر کے ہمارے نبی کی تصدیق کریں گے۔ یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو! کہ ہندو اور مسلمانوں میں سچی صلح کرانیوالا یہی ایک اصول ہے اور یہی ایک پانی ہے جو کہ تمام کدورتوں کو دھو دیگا۔ اس گیو رکھشا کے سچے حامی رودھر کرشن نے تو یہاں تک بھی کہدیا کہ اگر ہندو صاحبان اس اصول کو سچے دل سے مان لیں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو ہی درمیان سے اٹھا دیا جائیگا۔

لو سنت اپدیش جی کیا بتایئے اب اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں۔ ہم تو ہار بھی مانتے ہیں۔ اور مصارف جنگ بھی دینے کو تیار ہیں۔ ہم تو رام گیوؤں کے علاوہ عام گیوؤں کی بھی عزت و حرمت کرنے کو تیار ہیں۔ پھر اگر صلح نہ ہو تو تمام ذبح ہونیوالی گیوؤں کا خون تم لوگوں کے سر پر ہوگا۔ کیونکہ تم ہی لوگ ہو جو گیو رکھشا کے سچے اصولوں کو چھوڑ رہے ہو اور تم ہی لوگ ہو گیوؤں اور رام گیوؤں کی بے حرمتی کرتے رہتے ہو پھر اگر ایسی صلح نہ ہو تو یاد رکھیئے اور خوب یاد رکھیئے کہ ہم شودرہ زمین کے سانپوں اور بیابان کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم ہرگز ہرگز صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی مہر جو ہمیں اپنی جان مال۔ اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے اور جس کا نام لینے سے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اتر آتے ہیں۔ اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تمغے اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہی ایک ایسا اصول ہوا ہے۔ جس نے توحید کا بول بالا کیا۔ اور ہر ایک رنگ میں دنیا کے لئے رحمت بنکر آیا۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے یہ کام کیا اور مذاہب عالم کے بزرگون۔ پیغمبروں۔ رشیوں اور کتب الٰہی کو ان کی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اسلام جس کے معنے ہی صلح سلامتی اور اطاعت کے ہیں ہی ایسا ایک مذہب ہے۔ جس نے سچی صلح کو دنیا میں قایم کیا ہے اور وصال الٰہی کا راہ دکھایا۔ اسقدر لکھکر فی الحال ہم اپنے مضمون کو بند کرتے ہیں۔ اور گیو رکھشا کے حامیوں کے جواب کی انتظاری کرتے ہیں۔ " آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم +

(خاکسار محمد نظام الدین احمدیہ بلڈنگس لوئر مکلوڈ روڈ لاہور)

نماز جنازہ غائب

ہمارے مکرم اور مخلص بھائی میاں آلہ بخش احمدی ساکن بنگہ ضلع جالندھر کی اہلیہ مسماۃ جانوں نے ۱۰۔ فروری ۱۹۱۳ء کو حالت زچگی میں فوت ہو گئی مرحومہ نہایت دیندار۔ صابرہ۔ صالحہ۔ متقیہ تھی۔ الوصیت کے ماتحت مرحومہ نے وصیت کی ہوئی تھی اور مرنے سے پہلے وصیت کیوانتی زیور دیدیا۔ آخری کلمہ جو مرحومہ نے جان دی یہ تھا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ایسی مبارک اور خوش انجام موت ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ مرحومہ نے حدیث کی شہادت کا درجہ پایا۔ احباب اپنی احمدی بہن کا جنازہ غایب پڑھ دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے آمین

سکھوں کا ایک نیا اوتار

بھائی سمند سنگھ صاحب رڑہ ہالی ضلع ہوشیارپور کے ایک سکھ ہیں جنہوں نے اپنے موضع کا نام کوٹ کلنی دھرر کھا ہے وہ اپنے آپ کو گورو گوبند سنگھ صاحب کا اوتار ظاہر کرتے ہیں وہ ہندو مسلمانوں اور سکھوں کو اس امر کی تلقین کرتے ہیں کہ زمین پر گئو ہتیا کا پاپ ۱۳ سال سے بڑھ رہا ہے اس کو ملکر دور کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ یاد رہے پہلے راجے وکیل قصوروار تھے جو اعلان بیس ہزار روپیہ کا گئو رکھشا کی بہتری کے لئے مقرر کیا ہے اس کا میں حقدار ہوں۔ غرض بھائی صاحب موصوف کا مشن اور دعاوی عجیب تر ہیں۔ اور سکھہ قوم کی خاص توجہ چاہیئے ہیں۔ انہوں نے پنجاب کا بہت بڑا دورہ کیا ہے اور مختلف جگہوں میں پھر کر اپنا مشن ظاہر کیا ہے پولیس کے سپاہی گو بند کرم اور دوسرے لوگوں کو اپنے کرشمے دکھانیکا بھی دعویٰ کرتے ہیں چنانچہ فرید کوٹ۔ امرتسر۔ فیروزپور۔ ہوشیارپور اور گورداسپور کے ضلعوں میں اکثر چکر لگاتے ہیں۔ اور ایک کتابچہ پر مختلف لوگوں کی تحریریں اپنے مشن کی تائید میں لی ہوئی ہیں۔

چیف خالصہ دیوان یا خالصہ کالغرتس ایسے اوتار کے متعلق اگر کوئی فیصلہ کرے تو غالباً مفید ہوگا۔ مندر بالا پتہ سے ان سے خط و کتابت ہو سکتی ہے۔ میں اپنی رائے بعد میں ظاہر کروں گا۔"

چاہیئے۔ کہ باہمی نزاع اور فساد دشمنی اور نفرت کی اصل جڑ ایک دوسرے کے بزرگوں پیغمبروں اور رشیوں کی جو کہ حقیقت میں دنیا کے لئے مقدس رام گیوئیں کر آتے ہیں اور پاپوں اور گندوں سے بھرے ہوئے پیاروں کو اپنے آسمانی اور پوتر دودھ دیکھن سے طاقتور اور توانا کر دیتے ہیں توہین کرنا اور ہتک آمیز الفاظ اور کلات کہنا اور نیز ایک دوسرے کی کتب الٰہی پر ناجائز حملات کرنا ہے۔ جب تک یہ دور نہ ہوں گے تب تک دلی اتحاد اور سچا اتفاق ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

پیار و ظاہری طور پر مل بیٹھنا اور ایک جگہ بیٹھ کر کھا پی لینا اور بات ہے۔ لیکن صفائی قلب سے اتحاد اور اتفاق قایم کرنا اور بات ہے۔ ممکن ہے ان ہر دو اقوام کی باہمی نا اتفاقی اور نا چاقی کا باعث گائے کی قربانی ہو۔ لیکن سب سے بڑا سبب انہیں رام گیوؤں پر قلم وزبان کی چھری چلانا ہے جو کہ میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ اور جب تک اس سبب کو دور نہ کیا جاویگا۔ صلح اور اتفاق اور اتحاد بالکل اکارت و بیفایدہ ہے۔ اور صرف برائے نام ظاہر ہوگا۔ اور یہ وہی بات ہے جو کہ آج سے پانچ سال پہلے گیوُ رکھشا کے بڑے حامی موجودہ زمانہ کے بڑے منصف شناس۔ سچے خیر خواہ اور سچے ہمدرد نہ کلنک کرشن دھاری اوتار حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے سرگباش ہونے سے پیشتر تجویز کی تھی۔ اور جسکا اظہار اسی سال اس ملک کے صدر مقام لاہور میں ان کے اس جہان سے کوچ کر جانے کے بعد ایک بڑے مجمع میں جس کے صدر آنریبل رائے بہادر پرتول چندر چٹرجی ایم۔ اے جج چیف کورٹ پنجاب تھے کیا گیا تھا۔ اور اس میں جتلایا گیا تھا کہ ہم مسلمان آپ کے تمام رشیوں کو برنگ مقدس اور صادق سمجھتے ہیں اور پھر ویدکو بھی باوجود کئی قسم کے نقایص کے کتاب الٰہی ماننے کو تیار ہیں سو تم بھی اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مان لو۔ اور آیندہ توہین و تکذیب چھوڑ دو تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے کو تیار ہوں۔ اور ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے۔ اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور ادب سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہ ہوگی ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کر دیں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان ایسا نہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرارنامہ لکھکر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اسکا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آیندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہیں ہوگی بگو احمدی سلسلہ کے پیشرو حضرت خلیفۃ المسیح وکرشن و مہدی مولانا مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کرشن رودھر گوپال کی مفصلہ ذیل الفاظ میں تصدیق فرماتے ہیں۔

میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کو صدق دل سے سچا اور ان کے کاموں کو صداقت کے کام یقین کرتا ہوں۔ اور اسی تک اسی یقین پر ہوں۔ ایک ذرہ بھر ان کے خلاف کو ہلاکت کا باعث اعتقاد کہتا ہوں جو کچھ آپ نے کہا وہ سب کا سب مجھے قبول ہے"

پھر کرشن دھاری رودھر گوپال جی فرماتے ہیں کہ میں صرف اپنی جماعت کا ذمہ دار ہوں۔ باقیوں کا نہیں کیونکہ وہ لوگ کسی لیڈر کے ماتحت نہیں ہیں۔ بلکہ مجھکو بھی کافر دجال قرار دیتے ہیں۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ اگر ہندو صاحبان میرے ساتھ ایسا عہد کریں گے تو یہ لوگ بھی ہرگز ایسی بیجا حرکت کے مرتکب نہ ہوں گے۔ کہ ایسی مہذب قوم کی کتاب اور رشیوں کو بُرے الفاظ سے یاد کر کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دلائیں اس لئے میں امید رکھتا کہ اس معاہدہ کے بعد وہ لوگ اپنی زبان کھولیں۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ اس معاہدہ کو پورا کرنے کیلئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھدار لوگوں کے دستخط ہوں۔

پیارو! صلح جیسی کوئی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ ایک ہو جاویں اور ایک قوم بن جاویں۔ باہمی تکذیب سے جسقدر چھوٹ اور نقصان بڑھا تم سب کو معلوم ہے۔ آخر اب یہ بھی انسانی بہترین طریق صلح کا یہی ہے ورنہ کسی دوسرے پہلو سے کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چکنا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری حالت پر خوش ہو جاویں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے خیر اگر کوئی مفصل حال دیکھنا چاہے تو رسالہ پیغام صلح جسکی کئی ہزار کاپیاں تمام ملک ہند میں اردو اور انگریزی میں چھپوا کر مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ شیخ نور احمد صاحب ایجنٹ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ احمدیہ بلڈنگس اسلامیہ کالج لاہور سے مفت لیکر یا صرف ۱۰ پائی محصول ڈاک بھیجکر منگوا کر دیکھ سکتا ہے۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ ظاہری طور پر نہیں بلکہ دل کی صفائی صرف اسی صورت میں پیدا ہوگی جب مسلمانوں آپ لوگ وید اور ویدے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لو گے اور ایسے ہی ہندو لوگ بھی بخل کو دور کر کے ہمارے نبی کی تصدیق کریں گے۔ یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو! کہ ہندو اور مسلمانوں میں سچی صلح کرانیوالا بھی ایک اصول ہے اور یہی ایک پانی ہے جو کہ تمام کدورتوں کو دھو دیگا۔ اس گیوُ رکھشا کے سچے حامی رودھر کرشن نے تو یہاں تک بھی کہدیا کہ اگر ہندو صاحبان اس اصول کو سچے دل سے

مان لیں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائیگا۔

لو سنت آپریش جی کیا بتلیئے اب اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں۔ ہم تو ہار بھی ماننے ہیں۔ اور مصارف جنگ بھی دینے کو تیار ہیں۔ ہم تو رام گیوؤں کے علاوہ عام گیوؤں کی بھی عزت و حرمت کرنے کو تیار ہیں۔ پھر اگر صلح نہ ہو تو تمام ذبح ہونیوالی گیوؤں کا خون تم لوگوں کے سر پر ہوگا۔ کیونکہ تم ہی لوگ ہو جو گیوُ رکھشا کے سچے اصولوں کو چھوڑ رہے ہو اور تم ہی لوگ ہو گیوؤں اور رام گیوؤں کی بے حرمتی کرتے رہتے ہو پھر اگر ایسی صلح نہ ہو تو یاد رکھیئے اور خوب یاد رکھیئے کہ ہم شودرہ زمین کے سانپوں اور چابان کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم ہرگز ہرگز صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان مال۔ اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے اور جس کا نام لینے سے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اتر آتے ہیں۔ اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تمغے اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں۔ اور یہی ایک ایسا اصول ہوا ہے۔ جس نے توحید کا بول بالا کیا۔ اور ہر ایک رنگ میں دنیا کے لئے رحمت بنکر آیا۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے یہ کام کیا اور مذاہب عالم کے بزرگوں۔ پیغمبروں۔ رشیوں اور کتب الٰہی کو ان کی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اسلام جس کے معنے ہی صلح سلامتی اور اطاعت کے ہیں ہی ایسا ایک مذہب ہے۔ جس نے سچی صلح کو دنیا میں قایم کیا ہے اور وصال الٰہی کا راہ دکھایا۔ اسقدر لکھکر فی الحال ہم اپنے مضمون کو بند کرتے ہیں۔ اور گیوُ رکھشا کے حامیوں کے جواب کی انتظاری کرتے ہیں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

(خاکسار محمد نظام الدین احمدیہ بلڈنگس لوئر مال لاہور)

نماز جنازہ غائب

ہمارے مکرم اور مخلص بھائی میاں آلہ بخش احمدی ساکن بنگہ ضلع جالندھر کی اہلیہ مسماۃ جانوں نے ۱۰۔ فروری ۱۹۱۳ء کو حالت زچگی میں فوت ہو گئی مرحومہ نہایت دیندار۔ صابرہ۔ صالحہ۔ متقیہ تھی۔ الوصیت کے ماتحت مرحومہ نے وصیت کی ہوئی تھی اور مرنے سے پہلے وصیت کیموافق زیور دیدیا۔ آخری کلمہ جسپر مرحومہ نے جان دی یہ تھا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ ایسی مبارک اور خوش انجام موت ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ مرحومہ نے حدیث کیموافق شہادت کا درجہ پایا۔ احباب اپنی احمدی بہن کا جنازہ غایبہ پڑھ دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے اور مرحومہ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے آمین

بھائی سمند سنگھ صاحب رڑہ ہالی ضلع ہوشیارپور۔ ایک سکھ ہیں جنہوں نے اپنے موضع کا نام کوٹ کلغی دھرر کھا ہے وہ اپنے آپ کو گورو گوبند سنگھ صاحب کا اوتار ظاہر کرتے ہیں وہ ہندو مسلمانوں اور سکھوں کو اس امر کی تلقین کرتے ہیں کہ زمین پر گئو ہتیا کا پاپ ۱۳ سال سے بڑھ رہا ہے اس کو ملکر دور کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ باوا دیپت راڑے وکیل قصور نے جو اعلان بیس ہزار روپیہ کا گیوُ رکھشا کی بہتری تجویز کے لئے مقرر کیا ہے اس کا میں حقدار ہوں۔ غرض بھائی صاحب موصوف کا مشن اور دعاوی عجیب تر ہیں۔ اور سکھ قوم کی خاص توجہ چاہتے ہیں۔ انہوں نے پنجاب کا بہت بڑا دورہ کیا ہے اور مختلف جگہوں میں پھر کر اپنا مشن ظاہر کیا ہے پولیس کے سپاہی گو بند کرم اور دوسرے لوگوں کو اپنے کرشمے دکھانیکا بھی دعویٰ کرتے ہیں جموں فرید کوٹ۔ امرتسر۔ فیروزپور۔ ہوشیارپور اور گورداسپور کے ضلعوں میں اکثر چکر لگاتے ہیں۔ اور ایک کتاب پر مختلف لوگوں کی تحریریں اپنے مشن کی تائید میں لی ہوئی ہیں۔

چیف خالصہ دیوان یا خالصہ کالیجز ایسے اوتار کے متعلق اگر کوئی فیصلہ کرے تو غالباً مفید ہوگا۔ مندر بالا تہ سے ان سے حظ و کتابت ہو سکتی ہے۔ میں اپنے [illegible] ظاہر کروں گا"

مندرجہ ذیل میں سے جو مناسب سمجھیں۔ صرف ایک کارڈ لکھکر

مفت

منگوا کر واقفیت حاصل کریں۔ آپ ان کو دیکھکر خوش ہوں گے۔

رسالہ امرت جس کے اندر دنیا میں نئی ایجاد۔ تقریباً کل امراض کا ایک ہی علاج ہے۔ مشہور و معروف اور عجیب دوائی

رجسٹرڈ رجسٹرڈ

امرت دھارا

جو سرکاری رجسٹری ہو چکی ہے مفصل بیان ہے آپ کے دیکھنے کے قابل ہے کسطرح ایک ہی دوائی اتنے فائدہ کر سکتی ہے دھوکہ سے بچو امرت دھارا

رسالہ امراض مخصوصہ مردان

مردوں کی خفیہ امراض کے اسباب علامات اور علاج آجکل کی حالت کا مکمل نوٹ۔ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے گم شدہ طاقت کے مایوس مریض اس کو پڑھ کر کہا کرتے ہیں کاش کہ ہم اس کو اول دیکھتے یہ چالیس صفحے کا خوبصورت رسالہ بھی مفت ہے۔

فہرست ادویات دیش ایکارک وامرت دھارا اوشدھالیہ

یہ فہرست ادویات کے نام اور انکی صرف ضروری مختصر اوصاف بتلاتی ہے اس کے اندر طبی کتب مصنفہ شریمان کوی رتن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید موجد امرت دھارا اڈیٹر اردو ہندی دیش ایکارک کی فہرست بھی موجود ہے۔

طبی اخبار دیش ایکارک

اردو میں ہفتہ وار اور ہندی میں پندرہ روزہ ہے ہندوستان بھر میں کوئی طبی اخبار سوائے اس کے کوئی نہیں ہے جنکو ذرا بھی حکمت کا خیال ہے یا حکمت کے ضروری اصول جاننے کی خواہش ہے وہ دیکھتے ہی اسکے خریدار بنجاتے ہیں نمونہ مفت ملتا ہے قیمت سالانہ ششماہی ۸/ سہ ماہی ۱۲ ہندی کی سالانہ قیمت ۴/

Digitized by Khilafat Library

خط و کتابت اور تار کا پتہ اتنا کافی ہے **امرت دھارا لاہور** نوٹ ایجنٹ بننے میں فائدہ ہے ہمارے ایجنٹ بہت کماتے ہیں۔ قواعد آسان ہیں

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیزی و طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الامان لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی چلتا۔ بلکہ ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں۔ اول آزماؤ پھر منگواؤ بھلا اس میں بھی کوئی دھوکہ ہے؟

معجون طلسمی

قوائے تناسل کیوجہ سے ان دنوں مختلف بیماریوں کیوجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے میں نے اس مرض کیلئے یہ معجون طیار کی ہے جسکے چند روز کے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل فوراً دفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایت کیلئے انشاء اللہ مفید ہے اول نمونہ مفت منگا لیجئے پھر اگر شفا ہو تو طلب فرمایئے قیمت فی بکس عہ

طلا طلسمی پیرانہ سالی اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے ہمارے اس طلا سے فائدہ اٹھائیں انشاء اللہ وہ اس کو مفید پائیں گے۔ قیمت بماشہ عہ

سرمہ سلیمانی۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنیوالا اور قوت بصارت بڑھانیوالا قیمت فی تولہ ۱۰/ سلون دندان دانتوں کی کل بیماریوں کو رفع کرتا ہے

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڈھ ضلع دہلی۔

بچوں کی تندرستی

والدین کے لئے ہمیشہ گھر سے تعلق خاطر موجب ہوتا ہے۔ بچہ اگر تندرست نہ ہو اور بھوک تھک گئی ہو تو اس کو فوراً ارکاٹس ایملشن دینا چاہیئے۔

اس کے دودھ میں چند قطرے ملاکر دینے سے بچہ میں بڑا فرق ہو جاتا ہے جو تندرستی کی یقینی علامت ہے استعمال کے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہو جاتا ہے۔ ہاتھ سے چھوا نہیں جاتا۔

اسکاٹ اینڈ بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی

سنہ ۱۹۱۳ء
کافوری جنتری

کی نہایت خوبصورت بنی ہے جس کا چکنا کاغذ خوش خط اور سندر لکھائی ہے اور چھپی بھی صاف ہے یہ جنتری تصویر دار رنگین بلا قیمت و محصول بھی بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہیں اور ایک کارڈ پر متفرق جگہ کے دس شریف اور لکھے پڑھے اشخاص کا نام اور پورا پتہ لکھ بھیجنے سے واپسی ڈاک سے جنتری آپ کی خدمت میں پہونچی گی +

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶

تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ